وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

وفاق المدارس

ملتان

جلد نمبر ۲۲ شمارہ ۴ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ نومبر 2024ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485

Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقرا اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بوہڑ گیٹ ملتان

شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

مبارک ثانی کیس: عدالتِ عظمیٰ کے رُوبرو	شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	۳
ریاست کا تعلیمی نظام، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۱۷
قادیانی مسلمان ہوجائیں، یا دستور کو مان لیں	شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم	۲۹
علومِ حدیث کی تطبیق میں اِفراط وتفریط کے مظاہر	مولانا محمد عبدالمالک مدظلہم	۳۲
کرپٹو کرنسی سُود کی شکل کیسے ہے؟	جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی	۴۳
حضرت مولانا محمد اَنور بدخشانی نوَّراللہ مرقدہ	صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی	۴۷
مولانا قاضی عبدالرشید کا آخری معرکہ	مولانا عبدالقدوس محمدی	۵۶
روداد تعلیمی وتربیتی تدریبات ضلع دیر بالا وچترال لوئر واَپر	مرتب: مفتی سراج الحسن	۵۸

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر- سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر- ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 40 روپے، زرِ سالانہ مع ڈاک خرچ: 500 روپے

مبارک ثانی کیس: عدالتِ عظمیٰ کے رُوبرو

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مبارک ثانی کیس کے سلسلے میں چیف جسٹس آف پاکستان جناب فائز عیسیٰ کی سر براہی میں عدالتِ عظمیٰ کے پینل کے رُوبرو شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ (صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان) کی استنبول (ترکی) سے ۲۲/اگست ۲۰۲۴ء کو بذریعہ ویڈیو لنک تاریخی گفتگو ہوئی، حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ نے حالتِ سفر میں ہونے، مسلسل مصروفیات، تکان وتعب اور ناسازیِ طبع کے باوجود نہایت بیدار مغزی کے ساتھ اس اہم کیس پر مدلل اور پرمغز گفتگو فرمائی۔ یاد رہے کہ اس سے قبل حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ کے قلم سے لکھا گیا اسی کیس کے سلسلے میں ایک متفقہ جواب بھی سپریم کورٹ میں جمع کرایا گیا تھا۔ ویڈیو لنک کے ذریعے ہونے والی یہ مکمل گفتگو ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے قارئین کے لیے ''ماہنامہ الشریعہ'' گوجرانوالہ کے شکریہ کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔ شروع میں چند جملے سمجھ میں نہیں آسکے جس کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے (ادارہ)

شیخ تقی عثمانی: ....موقع دیا، آواز آرہی ہے؟

جسٹس فائز عیسیٰ: جی ذرا سا اگر آپ آواز بلند کرسکیں یا مائیک کے پاس آجائیں، آتو رہی ہے مگر تھوڑی سی اگر، سب لوگوں کو سنائی نہیں دے گی شاید۔

شیخ تقی عثمانی: میں دو باتوں کی معذرت چاہتا ہوں، ایک تو یہ کہ میں ملک سے باہر ہوں، ایک بین الاقوامی میٹنگ ہے جس سے میں اٹھ کر آیا ہوں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میرے گلے کی تکلیف کی وجہ سے میری آواز ذرا بدلی ہوئی ہے، تو پتہ نہیں آپ حضرات کو سننے میں کوئی دشواری نہ ہو، میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا کہ بلند آواز سے آپ سے بات کروں۔ ذرا آپ مجھے بتادیں کہ آواز سننے میں آرہی ہے یا نہیں؟

جسٹس فائز عیسیٰ: اب بالکل اچھی طرح سے آپ کی آواز آرہی ہے۔

شیخ تقی عثمانی: جی بہت اچھا۔ دیکھیے اس فیصلے کے بارے میں جو چھ فروری کا فیصلہ تھا، اور جو نظرِ ثانی کی اس

کا فیصلہ............

جسٹس فائز عیسیٰ: آپ کے سامنے ہے؟

شیخ تقی عثمانی: جی اس وقت میں چونکہ باہر ہوں، سارے کاغذات میرے پاس نہیں ہیں لیکن فیصلے دونوں میں نے پڑھے ہیں اور اس کے اوپر اچھی طرح غور کیا ہے، اور دونوں فیصلوں کے بارے میں ہم نے مفصل تحریر بھیجی ہے۔ ایک تو چھ فروری کے فیصلے سے متعلق تھی، وہ آپ حضرات کو پہلے ہی پہنچ چکی تھی، آپ نے اس کا نظر ثانی کے فیصلے میں بھی حوالہ دیا ہے۔ اور دوسری تحریر جو نظر ثانی کے فیصلے میں جو آپ حضرات نے فیصلہ دیا، اس کے اوپر ایک مفصل تبصرہ وہ میں نے اور مفتی منیب الرحمٰن صاحب وغیرہ نے لکھ کر دیا تھا، وہ شائع تو ہوا ہے لیکن آپ کے پاس نہیں پہنچا تھا۔ جن صاحب نے آج ویڈیو لنک پر خطاب کرنے کے بارے میں مجھ سے ذکر کیا، تو میں نے ان کو بھیج دیا تھا کہ وہ عدالت میں پیش کر دیں کہ نظر ثانی کے فیصلے کے متعلق جو کچھ ہمیں اشکالات ہیں یا جو ہمارے لحاظ سے اس میں جو غلطیاں ہوئی ہیں اس کی تفصیل اس تبصرے کے اندر موجود ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ آپ تک پہنچی ہے یا نہیں۔

جسٹس فائز عیسیٰ: وہ منگوا لیں گے، میرے سامنے تو نہیں ہے، مگر آپ سے اگر سن لیں کیونکہ کبھی کبھی پڑھنے میں، پھر غلطی ہو جائے گی، بہتر ہے کہ ہم چاہ رہے تھے کہ ڈائریکٹ ہی آپ سے سنیں، آپ سب سے، کیونکہ پہلے بھی تو ہم نے منگوائے تھے، ہوسکتا ہماری سمجھ میں غلطی ہو، آپ جب کوئی بات کریں گے تو ہوسکتا اس سے ہمیں مزید وضاحت مل جائے۔ تو اگر آپ کو یاد ہیں چیدہ چیدہ باتیں اس میں سے یا تمام باتیں تو ہم ان کو نوٹ کرتے جائیں گے۔

شیخ تقی عثمانی: ٹھیک ہے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے یہ گزارش کی تھی کہ جب نظر ثانی کے لیے اس کیس کو منظور کر لیا گیا اور اس منظور کرنے کے بعد آپ نے بہت سے لوگوں کو نوٹس دیے اور ان سے کہا کہ وہ اپنی آراء لکھ کر بھیجیں یا خود پیش ہوں۔ تو اس میں متعدد اطراف سے آپ کے پاس جوابات آئے۔ ان میں ہمارا وہ جواب بھی تھا جس پر شاید پانچ یا سات حضرات کے دستخط تھے۔ اس میں جو جو نکات اٹھائے گئے تھے، نظر ثانی کے وقت میں ضروری تھا کہ ان سارے نکات کو ایک ایک کر کے ذکر کر کے اس کے اندر کوئی غلطی تھی یا اعتراض وہ درست نہیں تھا تو اس کے اوپر بحث کی جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ سارے نکات آپ حضرات تک پہنچے، آپ نے اس کا بہت ہی سرسری ذکر کیا، اور سرسری ذکر کر کے ان باتوں کا جو دلائل اس میں دیے گئے تھے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب کسی شخص کو آپ طلب کریں اور وہ اپنی رائے پیش کرے جو مقدمے کے اہم مسائل پر مشتمل ہو تو

فیصلے میں ضروری ہوتا ہے کہ ان تمام نکات کو اور ان تمام دلائل کو مفصل زیر بحث لایا جائے، اور مفصل زیر بحث لایا کر اس کو بتایا جائے کہ اس میں جو تبصرہ کیا جا رہا ہے وہ اس کے ساتھ صحیح ہے یا غلط ہے۔

اب مثال کے طور پر سارے لوگوں نے سوائے ایک کے یہ آپ سے عرض کیا تھا کہ چھ فروری کے فیصلے میں آپ نے جو آیاتِ کریمہ درج کی تھیں، یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ آپ فیصلوں میں قرآن وسنت کے حوالے دیتے ہیں، یہ ہمارے لیے ایک اچھی بات ہے، لیکن جب قرآن کریم کی آیات کو آؤٹ آف کانٹیکسٹ دیا جاتا ہے تو وہ اللہ بچائے تحریف تک بات پہنچ جاتی ہے۔ تو اس مقدمے کے تناظر میں جو مبارک ثانی کے کیس میں ہماری بالکل سمجھ سے باہر ہے۔ اور کوئی بھی آدمی جب اس کو پڑھے گا ان آیات کو اور اس کے بعد آپ کا یہ ریمارک پڑھے گا کہ اگر یہ آیات ذہن میں ہوتیں اور آئین کی دفعات موجود ہوتیں تو یہ مقدمہ درج ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یعنی ایک طرح سے آپ ان آیات کو بنیاد بنا رہے ہیں اس بات کی ....

جسٹس فائز عیسیٰ : نہیں نہیں، تقی عثمانی صاحب! میں معذرت چاہتا ہوں آپ برا نہ مانیں (تقی عثمانی: نہیں نہیں برا نہیں مانتا) میں نے بیچ میں آپ کو روکا، اگر ذرا سی وضاحت یوں کر دوں، یقیناً ہمیں بہت سارے وہ ملے کاغذات جن لوگوں کو ہم نے نوٹسیں دیں۔ اگر جتنے نکات ان میں تھے ان سب کو اگر ہم اٹینڈ نہیں کر پائے تو اس میں میری کوتاہی ہے۔ مگر پھر تو وہ فیصلہ نہیں ہوتا وہ تو ایک کتاب بن جاتی۔ اب ایک یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جی بہت لمبے ہو جاتے ہیں فیصلے۔ پتہ نہیں میں صحیح کرتا ہوں یا غلط کرتا ہوں مگر میں کوشش کرتا ہوں کہ فیصلے اتنے لمبے نہ ہوں کہ کوئی پڑھے ہی نہیں۔ تو ہم جو سمجھ پائے، یقیناً غلط سمجھے ہوں گے ناں، اسی لیے تو یہ درخواست دی گئی ہے سرکار کی طرف سے۔

تو اب ہم اگر مزید آگے کی طرف بڑھیں تو بہتر ہوگا اگر آپ بنیاد بنائیں یہ جو فیصلہ ہے ۲۹ مئی والا، ۲۰۲۴ء کا، کیونکہ اب تو پرانی بات (چھ فروری والی) تو ختم ہوگئی، وہ اس میں ضم ہوگئی ہے۔ تو اس میں جو آپ سمجھتے ہیں کہ نقائص ہیں، غلطیاں ہیں یا آپ کے اعتراضات ہیں، جو آپ بہتر سمجھنا چاہیں تو آپ براہ کرم تجاویز دیجیے، ہماری راہنمائی فرمائیے، اور اگر ہمیں سمجھ نہیں آئی تو ہم آپ سے سوال پوچھ لیں گے اور پھر کوشش کریں گے کہ بہتری کی طرف چلیں۔ تو آگے کو دیکھنا چاہیے اس لیے آپ کی بات بھی بالکل صحیح ہے۔

میں پتہ نہیں صحیح کرتا ہوں یا غلط کرتا ہوں ابھی سے نہیں بلکہ چیف جسٹس بلوچستان کے وقت سے بھی میں، جہاں تک میری کم علمی ہے، تو میں قرآن شریف وحدیث مبارکہ وفقہاء کا حوالہ دیتا ہوں فیصلوں میں کیونکہ ہم آخر کار اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رہ رہے ہیں (شیخ تقی عثمانی: بے شک، بہت اچھی بات ہے)۔ اگر دوسرے ملک اپنے

ملکوں کے حوالے دیتے ہیں تو ہماری جو تاریخ اتنی زبردست تاریخ ہے تو ہم اپنے حوالے بالکل نہیں دیتے ہیں۔ہم اپنے فیصلوں میں امریکہ، برطانیہ، وہاں بھی کرنا چاہیے مگر بہت ساری باتیں............اس میں یقیناً غلطی بھی ہوگی، وہ شخص سب سے بہتر ہے جو کہ کوئی کام نہ کرے تو اس سے غلطی بھی نہیں ہوگی (شیخ تقی عثمانی: صحیح بات ہے) میٹرک کا اگزیم نہ دو تو میٹرک میں فیل ہونے کا چانس ہی نہیں ہے۔تو یہ میں کبھی اپنے آپ کو نہیں سمجھتا ہوں کہ میں غلطی سے بالاتر ہوں (شیخ تقی عثمانی: ماشاءاللہ) اسی لیے آپ کو زحمت دی اور ہم بہت مشکور ہیں کہ آپ کانفرنس اٹینڈ کررہے ہیں، اوراس کو چھوڑ کر کے آئے ہماری رہنمائی کی ہے۔

تو براہ کرم ۲۹ رمئی کے فیصلے میں اگر آپ ہمیں صرف بتادیں کہ یہ جگہ غلط ہے، یہ پیراگراف غلط ہے تو ہم اگر سمجھتے ہیں کہ آپ کی بات میں آپ کے دلائل میں ہم ایگری کریں تو ماشاءاللہ آپ تو ہمارے ساتھ رہ چکے ہیں، ہم تو آپ کی بڑی قدر کرتے ہیں، آپ تو شریعت کورٹ کے ممبر بھی تھے، اور میں بتا رہا تھا کہ ابھی واپس شریعت کورٹ فعال ہوچکی ہے۔

تو اگر ہم وہاں سے آغاز کریں ۲۹ رمئی سے............آپ ساتھ ساتھ اپنی تجاویز بھی دیتے جائیں تو ہم ان کو نوٹ کرتے جائیں گے۔آپ برا نہ مانیں وہ میں معذرت چاہتا ہوں کہ جو آپ کے سارے نکات جو پہلے کے تھے وہ ہم نے ضم نہیں کیے اپنے فیصلے میں، تو اس کا میں قصوروار ٹھہرا۔مگر جیسے میں نے بات کی کہ وہ کتاب بن جاتی، کیونکہ نہ صرف آپ کے تھے بلکہ بہت سارے اور بھی تھے۔

شیخ تقی عثمانی: نہیں نہیں! میں دیکھیے آپ کی مشکلات کو سمجھتا ہوں، میں خود جج رہا ہوں، اور جج کے اوپر کتنا بوجھ ہوتا ہے فیصلوں کو لکھنے کا، یہ میں جانتا ہوں۔اور اسی لیے خود میں بھی حتی الامکان کوشش یہ کرتا تھا کہ بہت زیادہ تفصیلی فیصلے نہ ہوں تا کہ لوگوں کی سمجھ میں آسکیں۔لیکن بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں بہت لمبے لمبے فیصلے بھی لکھنے پڑ جاتے ہیں، جب معاملہ کوئی بہت حساس نوعیت کا ہو تو بہت لمبے فیصلے بھی لکھنے پڑ جاتے ہیں۔

اب آپ نے جب نظرِ ثانی کا فیصلہ لکھا، اس میں جو پہلا حصہ ہے نا، وہ تو بڑا قابلِ استقبال ہے کہ آپ نے ختمِ نبوت کے دلائل دیے، لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی، ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ یہ معاملہ مسلّمہ ہے، تمام مسلمانوں کے درمیان، آئین کی رُو سے بھی، قوانین کی رُو سے بھی، اس کے اوپر مزید رائے کی ضرورت نہیں تھی، جتنا وقت آپ نے اس پر لگایا اگر آپ ان نکات پر لگاتے تو شاید یہ شکایات پیدا نہ ہوتیں، لیکن بہرحال جو ہوگیا سو ہوگیا۔جو اصل ہمارے لیے تشویش کی بات ہے جس کے لیے میں چھ فروری کے فیصلے کا بھی حوالہ دے رہا ہوں۔

جسٹس فائز عیسیٰ: نہیں، اس کو چھوڑ دیجیے، ۲۹ رمئی سے آپ بات کیجیے، اب وہ ختم ہوگیا نا، چھ فروری گیا،

اب اس کی کوئی ریلیونس رہی نہیں۔ اب کوئی درخواست آئی ۲۹ رمئی کو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، قانونی حیثیت نہیں ہے۔

شیخ تقی عثمانی: صحیح ہے۔ تو اب اگر اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے تو اس طرف جانے کی ہمیں ضرورت بھی نہیں، بس مجھے اس کا خطرہ ہے کہ وہ اپنی جگہ intact رہے وہ فیصلہ۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی میں وہ وضاحت کر دوں کہ جب ریویو ہو جائے تو پھر وہ ختم ہو جاتا ہے۔

شیخ تقی عثمانی: اب ہم اس کو بھول جاتے ہیں، ٹھیک ہے؟

عدالت سے نئی آواز: جی مفتی صاحب! جب ۶ رفروری کے فیصلے پر نظر ثانی کا فیصلہ آ گیا ۲۹ رمئی کو، تو ۶ فروری کے فیصلے کا وجود ختم ہو گیا، اور ہم نے نگرانی کو تسلیم کر لیا اور ۶ رفروری کا فیصلہ ختم کر دیا۔ آپ تو ماشاء اللہ جج رہے ہیں، اس بات کو سمجھیں گے، اب فیلڈ میں ۲۹ رمئی ۲۰۲۴ء کا حکم ہے، اب اس پر کوئی ابہام پیدا ہو رہا ہے جسے آپ سمجھتے ہیں، میں نے آپ کی ایک ویڈیو دیکھی .... تو اب اس میں تھوڑی سی آپ ہمیں رہنمائی کر دیں کہ نظر ثانی شدہ فیصلے میں جو جو آپ سمجھتے ہیں، سقم ہے، یا جس سے کوئی پیچیدگی پیدا ہو رہی ہے یا اس کا کوئی احتمال ہے، اس کی وضاحت فرما دیں تا کہ ہم اس کو دیکھ سکیں۔

شیخ تقی عثمانی: دیکھیے، اس میں جو سب سے زیادہ سنگین بات ہے اس فیصلے کے اندر وہ پیراگراف نمبر ۷ اور پیراگراف نمبر ۴۲ ہے۔ ۷ میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ احمدی اپنے ایک نجی ادارے میں تعلیم دے رہے تھے۔ جس سے آپ نے یہ گویا assume (فرض) کر لیا کہ قادیانی لوگ جو ہیں وہ اپنے نجی ادارے بنا سکتے ہیں اور اس میں تعلیم و تبلیغ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح نمبر ۴۲ میں آپ نے باقاعدہ تبلیغ کا لفظ استعمال کر کے فرمایا کہ یہ اگر اپنے مذہب کی تبلیغ کریں تو یہ ان کی، ایک عجیب اصطلاح استعمال فرمائی آپ نے، تو ان کے گھر کی تنہائی میں شامل ہو گی۔ گھر کی تنہائی سے آپ نے غالباً ترجمہ کیا ہے ان کی پرائیویسی کا شاید، تو اس میں تبلیغ کی آپ نے غیر مشروط اجازت دے دی ہے۔ غیر مشروط کے ساتھ آپ نے ایک لفظ اور بڑھایا ہے کہ قانون کے مطابق۔

اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جو پی پی سی کا ۲۹۸ سی ہے، اس میں دو لفظ الگ الگ بیان کیے ہیں، ہم نے اپنی تحریر میں وہ بات واضح کی ہے۔ یعنی جس چیز سے قادیانی حضرات کو منع کیا گیا ہے وہ دو حصوں میں منقسم ہے ۲۹۸ سی میں:

(۱) ایک حصہ ہے preaches or propagates ایک تو یہ ہے،

(۲)اور پھر آگے ہے or invites others to their faith

تو ظاہر ہے کہ قانون میں کوئی لفظ redundant (فاضل) نہیں ہوتا۔ تو اگر ہم preaches کو اور propagation کو دوسروں کے متعلق قرار دیں گے تو invites others to their faith کا جملہ redundant ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی اور مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنی کمیونٹی میں بھی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے نہ تبلیغ کر سکتے ہیں نہ پریچنگ کر سکتے ہیں۔ ۲۹۸ سی اگر آپ براہ کرم نکالیں، میرے پاس اس وقت مواد پورا موجود نہیں ہے۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی میرے سامنے ہے، میں پڑھ دوں آپ کے لیے یا اس کی ضرورت نہیں؟

شیخ تقی عثمانی: جی ضرور پڑھ دیں، تھوڑا اچھا ہوگا۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی میں پڑھ دیتا ہوں، انگریزی میں ہے تو انگریزی میں پڑھوں گا۔

شیخ تقی عثمانی: ظاہر ہے، انگریزی میں پڑھیں آپ۔

جسٹس فائز عیسیٰ:

Any person of the Qadiani group or the Lahori group (who call themselves "Ahmadis" or by any other name(who directly or indirectly poses himself as a Muslim or calls, or refers to his faith as Islam, or preaches or propagates his faith, or invites others to accept his faith, by words, either spoken or written or by visible representation or in any manner whatsoever outrages the religious feelings of Muslims shall be punished with imprisonment for either description for a term which may extend to three years and shall also be liable to a fine.

جسٹس فائز عیسیٰ: میں آپ کا پوائنٹ سمجھ رہا ہوں، جی میں بالکل سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ مطلب آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ دو پیراگرافس اس میں ابہام ظاہر کر رہے ہیں کہ کہیں یہ ۲۹۸ سی کے برعکس ہیں، یہ آپ کا پوائنٹ ہے؟

شیخ تقی عثمانی: جی بالکل یہ میرا پوائنٹ ہے کہ جو قابل اعتراض پیراگرافس ہیں، in clear clash with law یعنی ۲۹۸ سی کے بالکل مخالف ہے جو آپ نے پیراگراف ۴۲ لکھا ہے۔

جسٹس فائز عیسیٰ: آپ کہہ رہے ہیں کہ ان دو پیراگرافس کو ختم کر دیں یا............

شیخ تقی عثمانی: دیکھیے، اگر بات کو مختصر کیا جائے تو میری گزارش یہ ہے کہ پیراگراف نمبر ۷ یہ پورا حذف کیا

جائے، اور پیرا گراف نمبر ۴۲ اس کو مکمل حذف کیا جائے اور اس کے جو متعلقات ہیں یعنی کئی جگہ اس چیز کا حوالہ آیا ہے وہ اگرچہ ضمناً آیا ہے، لیکن اگر آپ اس کو حذف کر دیں تو امید ہے کہ وہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ لیکن جو سب سے اہم چیز جو میں چاہتا ہوں، آپ کی خدمت میں اس کی تجویز پیش کرتا ہوں، وہ یہ ہے۔

جسٹس فائز عیسیٰ: آپ مجھے شرمندہ نہ کریں، ہم آپ کی بڑی قدر کرتے ہیں۔

شیخ تقی عثمانی: بہت شکریہ، بہت شکریہ۔

جسٹس فائز عیسیٰ: آپ میرے بڑے بزرگ ہیں، آپ بالکل بغیر جھجھک کے ہمیں بتائیے، انسان غلطی کا پتلا ہے اور میں تو (شیخ تقی عثمانی: ماشاء اللہ یہ آپ کا) یہ آپ نے بڑی اچھی بات کی کہ یہ دو پیرا گرافس ہیں اور اس کے متعلقات جو آپ کہہ رہیں کہ آٹومیٹیکلی ختم ہو جائیں گے۔

شیخ تقی عثمانی: اب میں تھوڑا سا آگے بڑھتا ہوں............آپ نے دیکھا کہ یہ مسئلہ کتنا حساس ہے، اس کا اندازہ تو آپ کو ہوا ہوگا، اور ساتھ ہی یہ بات بھی کہ ہمارے ایمان کا بہت بڑا اہم عقیدہ ہے۔ اور اس کے اوپر آپ نے دیکھا کہ کتنا بڑا فیصلہ آئینِ پاکستان نے کیا، کس طرح ترمیم دستور کے اندر کی گئی۔ تو اس میں ہم جب کسی مسئلے میں الجھ گئے ہیں کہیں تو ہمیں محض technicalities کی بنیاد پر بات کو بے دلی سے نہیں کرنا چاہیے بلکہ جب نظر ثانی کریں یا کسی غلطی کی کریکشن کریں تو کھلے دل کے ساتھ کریں۔ اور اس کے لیے میں کہتا ہوں کہ ان دو پیرا گرافس کو حذف کرنے کے بعد ان کے متعلقات خود بخود حذف ہو جائیں گے۔

(اور) میں یہ چاہتا ہوں کہ (پیرا گراف) ۴۹ جیم جو آخری آرڈر کے کلمات ہیں، جو ایک طرح سے آپ نے پورے فیصلے کا آرڈر نکالا ہے، وہ ذرا براہ کرم اپنے سامنے رکھیے۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی رکھ لیا۔ جی فرمائیے۔

شیخ تقی عثمانی: میں نے اس کی جگہ ایک عبارت تجویز کی ہے وہ یہ ہے کہ:

''جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ پیشِ نظر مقدمے کے ملزم پر مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ بی، ۲۹۵ سی، ۲۹۸ بی، ۲۹۸ سی کا اطلاق ہوتا یا نہیں، ضمانت کے اس مقدمے میں جبکہ ملزم کا ٹرائیل ابھی باقی ہے، ہم یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ اس پر کوئی فیصلہ دیں، کیونکہ ٹرائیل کورٹ میں ابھی مقدمہ چل رہا ہے۔ ٹرائیل کورٹ کو چاہیے کہ ہمارے فیصلے مؤرخہ چھ فروری سے متاثر ہوئے بغیر مقدمے کی کاروائی جاری رکھے اور تمام حالاتِ مقدمہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ ملزم پر مذکورہ دفعات کے تحت جرم بنتا ہے یا نہیں؟ خالص میرٹ پر اس کا فیصلہ کرے۔ اور اس طرح نظر ثانی کی تمام درخواستیں جزوی طور پر منظور کی جاتی ہیں۔''

جسٹس فائز عیسیٰ: آپ یہ عبارت بھیج دیں گے ہمیں؟

شیخ تقی عثمانی: جو صاحب میرے رابطے میں ہیں، میں ان کو بھیج دیتا ہوں۔

جسٹس فائز عیسیٰ: ٹھیک ہے، مزید کوئی بات؟

شیخ تقی عثمانی: جی میں یہ چاہتا ہوں، میری گزارش یہ ہے کہ اس معاملے کو، زیادہ لٹک گیا ہے یہ، اور اس کی وجہ سے اضطراب انتشار بھی پیدا ہوا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نے متعلقہ حضرات کو بلایا، ان کو سنا، اور اس کے بعد آپ نے کوئی فیصلہ کیا۔ اب یہ آخری بار ہو رہا ہے، اس آخری بار میں براہ کرم جتنے اشکالات پیدا ہوئے، اشکال کیا پیدا ہوا میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ قادیانیوں کو تبلیغ کی اجازت دی گئی ہے جو ۲۹۸ سی کے بالکل خلاف ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے جو اپنے فیصلے میں قومی اسمبلی کے اندر جو تقریریں ہوئی تھیں اس وقت اور اس میں یہ کہا گیا تھا۔ میں اس پہلو کو ذرا تھوڑی وضاحت سے عرض کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی اجازت ہی اجازت ہے۔

شیخ تقی عثمانی: اچھا، تو وہ یہ ہے کہ اس اسمبلی میں جو تقریریں ہوئی تھیں اس میں یہ ضرور کہا گیا تھا کہ ہم ان کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے کر غیر مسلم اقلیت کے ان کو حقوق دیں گے۔ یہ بات جو تھی نا، یہ اسلام کی تاریخ کے تمام کیسز کے بالکل برعکس تھی۔ یعنی آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر۔

جسٹس فائز عیسیٰ: یہاں میں ذرا آپ کو، برا نہ مانیے، کیونکہ پارلیمان میں کیا ہوا؟ وہ تو ریکارڈ کا حصہ ہے نا، میں پارلیمان کو تو کوئی حکم نہیں دے سکتا ہوں کہ آپ یہ کریں یا وہ کریں، یا پارلیمان نے جو کہا وہ غلط ہے، یہ ہمارا کام نہیں ہے۔

شیخ تقی عثمانی: نہیں نہیں، بالکل ٹھیک ہے، میں اور بات کرنا چاہ رہا ہوں، ذرا پوری کرلوں، آپ اس کے بعد ذرا............

جسٹس فائز عیسیٰ: پھر میں غلط سمجھا، معاف کیجیے گا۔

شیخ تقی عثمانی: یعنی پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کوئی نبوت کا جھوٹا مدعی پیدا ہوا ہو، اور اس کے متبعین کی جماعت ہوئی ہو، اور اس کو دارالاسلام میں ذمی یا غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہو۔ بلکہ ان کے خلاف باقاعدہ جنگ ہوئی، آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہوں گے، آپ نے تاریخ پڑھی ہے۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ کیا ہوا، طلیحہ بن خویلد کے ساتھ کیا ہوا، بعد میں کتنے جھوٹے مدعی اہلِ نبوت پیدا

ہوئے، ان کے ساتھ کیا ہوا۔

جسٹس فائز عیسیٰ: تقی عثمانی صاحب، آپ کی میں بہت عزت کرتا ہوں، اگر ذرا فیصلے پہ رہیں .... اس میں یہ نہیں کہ میں آپ سے ڈِس اگیری کر رہا ہوں مگر فیصلے میں تو ہم نے ایسی کوئی ....آپ نے جو باتیں کیں جو نشاندہی کی وہ میں نوٹ کر لیں، اب میں زیادہ اس ڈیبیٹ کو بڑھانا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ اب پارلیمان میں جو کچھ ہوا............

شیخ تقی عثمانی: نہیں نہیں، ہم پوری عزت کرتے ہیں پارلیمنٹ کی بھی عدالت کی بھی، میری بات پوری ہو جائے تو شاید آپ کا اشکال دور ہو جائے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تاریخِ اسلام میں کہیں بھی کسی بھی مدعی نبوت یا اس کے پیروکاروں کو ذمی کی اصطلاح کے طور پر یعنی غیر مسلم اقلیت کے طور پر مانا نہیں گیا۔ لیکن پاکستان واحد ملک ہے کہ اس میں یہ کہا گیا کہ چونکہ پاکستان جنگ کے ذریعے نہیں حاصل کیا گیا بلکہ جمہوری طریقے پر اور انتخابات کے ذریعے حاصل کیا گیا ہے، لہٰذا ہم غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے پابند ہیں، اپنے اس معاہدے کے تحت جس کے تحت ہمارا پاکستان بنا تھا۔

لہٰذا آپ دیکھیں گے کہ شروع سے، جب سے قادیانیوں کے خلاف کوئی تحریک مسلمانوں کی شروع ہوئی ہے، چاہے وہ علماء کی طرف سے ہو یا کسی اور طرف سے ہو، اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ شریعت کا اصل حکم ان پر نافذ کیا جائے، یہ زندیق ہیں۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ ہم ان کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ یہ گویا ایک طرح سے رعایت دی گئی قادیانیوں کو کہ اگر وہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کر لیں تو ہم ان کو غیر مسلم اقلیت کے تمام حقوق دینے کے لیے تیار ہیں۔ یہی باتیں پارلیمنٹ میں کہی گئی تھیں اور یہی باتیں بعد میں بھی دہرائی گئی ہیں۔ ہمیں اس پر تنقید نہیں کرنی ہے، ہمیں ان کو ماننا ہے کہ ہم غیر مسلم اقلیت ان کو ماننے کو تیار ہیں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ وہ خود اپنے آپ کو مانیں۔ اگر وہ خود غیر مسلم اقلیت ہو کر، اعتراف کر کے اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت کے طور پر رجسٹر کرائیں، اور اس میں کوئی ایسی علامت نہ رکھیں جس سے لوگوں کو یہ دھوکہ ہو کہ یہ مسلمانوں کی کوئی قسم ہے، تو آج بھی ہمارے پاس پارلیمنٹ کے اندر ان کے لیے اقلیتوں کی سیٹوں میں ایک سیٹ ان کی موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہے، آپ زیادہ بہتر جانتے ہوں گے۔ ان میں ایک ہے نا سیٹ احمدیوں کے لیے؟

جسٹس فائز عیسیٰ: جی ہوتی تو تھی، میں ابھی چیک کر کے بتا تا ہوں آپ کو۔

شیخ تقی عثمانی: تو ایک سیٹ ان کی موجود ہے۔ اسی طریقے سے اقلیتوں کا ایک بورڈ ہوتا ہے، اس کے اندر بھی ان کی سیٹ موجود ہے۔ اب وہ حضرات اپنا جو حق آئینی ہے کہ ایک سیٹ ان کی اسمبلی میں ہے، ایک سیٹ ان کی

بورڈ میں ہے، لیکن اس کو حاصل کرنے کے لیے ان کو یہ ماننا پڑے گا کہ جو ترمیم آئین کے اندر ہوئی ہے وہ درست ہوئی ہے اور ہم اس کو مانتے ہیں، ہم اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت قرار......

جسٹس فائز عیسیٰ: میں ذرا اٹارنی جنرل صاحب سے معاونت اس پوائنٹ پر کرلوں۔

اٹارنی جنرل: سترہویں ترمیم سے پہلے تو مخصوص کی گئی تھیں اقلیتوں کے لیے ان کے مذہب (فائز عیسیٰ: یہ قادیانیوں کی بات کر رہے ہیں) جی ۲۰۰۲ء تک (اسمبلی میں سیٹ) تھی، آخری اسمبلی ۱۹۹۷ء کی، اس میں تھی۔ احمدیوں کے لیے ایک سیٹ ہوتی تھی۔ اب ۲۰۰۲ء کے بعد سے وہ بس غیر مسلموں کے لیے ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ کس اقلیت کی کتنی ہوگی، اب دس سیٹیں ہیں وہ کسی کی بھی ہو سکتی ہیں، اب وہ والی تفریق نہیں ہے۔

جسٹس فائز عیسیٰ: مفتی صاحب آپ نے سنا؟ انہوں نے کہا پہلے وہ specific سیٹ تھی مگر ۲۰۰۲ء کے بعد specificity ختم ہوگئی، اب باقی غیر مسلموں میں وہ ضم ہو گئے ہیں.............

شیخ تقی عثمانی: ٹھیک ہے، مگر بہر حال اگر وہ اپنے آپ کو غیر مسلم کے طور پر رجسٹر کرالیں اب بھی تو جو سیٹیں مخصوص کی گئیں ہیں غیر مسلم اقلیتوں کے لیے، اگر وہ غیر مسلم اقلیت ہونا تسلیم کر لیتے ہیں، اپنے آپ کو رجسٹر کرا لیتے ہیں، تو پھر ان کی سیٹ ہو سکتی ہے وہاں پر، اب بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی اس پر تو کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں۔

شیخ تقی عثمانی: ٹھیک ہے نا۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا باوجود ساری سہولیات ...... میں نے عرض کیا تھا کہ اصل مطلب وہ تھا جو مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوا تھا، لیکن پاکستان چونکہ ایک معاہدے کے تحت بنا ہے، اس معاہدے کے تحت بننے کی وجہ سے علماء نے بھی یہ نہیں سوال اٹھایا کہ ان کے خلاف جنگ کروان کو مارو، بلکہ انہوں نے یہی کہا کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دو، اور غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کو جو حقوق حاصل ہیں وہ دیے جائیں۔ اور اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کریں، غیر مسلم اقلیت کے طور پر اپنے آپ کو رجسٹر کرائیں۔ البتہ رجسٹر اس طرح کرائیں کہ اس میں مسلمان کا یا اسلام کے شعائر کا یا مسلمانوں کے کسی لفظ سے لوگوں کو دھوکہ نہ دیں۔ بلکہ کوئی اپنا الگ نام رکھیں، الگ ان کی اصطلاحات ہوں، اور یہ تسلیم کریں کہ ہم غیر مسلم اقلیت ہیں۔ بلکہ ایک موقع پر جناب چیف جسٹس میں نے ایک تجویز پیش کی تھی جب ایک مسئلہ آیا تھا کہ اقلیتی بورڈ شاید کوئی ادارہ ہے ہمارے ہاں، کسی وقت اس میں یہ خیال آیا تھا کہ کسی احمدی کو بھی اس میں شریک کیا جائے، قادیانیوں......تو لوگوں نے اس کی مخالفت کی تھی۔ مخالفت اس لیے کہ تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کیا ہی نہیں لہٰذا وہ اس سیٹ کے کیسے حقدار ہو سکتے ہیں؟

میں نے اس موقع پر ایک تجویز دی تھی اپنے دوستوں سے مشورہ کیے بغیر لیکن میرے خیال میں وہ بڑی منصفانہ تجویز تھی، وہ یہ کہ حکومت یا آپ اس وقت چیف جسٹس کے طور پر، جو اُن کے سربراہ ہیں اس وقت تیسرے خلیفہ ہیں یا چوتھے، ان کو آپ پیشکش کریں کہ ہمارے پاس اقلیتی سیٹیں موجود ہیں، اگر آپ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو براہ کرم اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت رجسٹر کرائیں اور آپ اقلیتوں کے حقوق کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اگر وہ اپنے آپ کو صرف یہاں پاکستان میں نہیں بلکہ پورے عالمی بنیاد پر اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر راضی ہو جاتے ہیں تو وہ جتنے سارے حقوق غیر مسلموں کے آئین نے دیے ہیں یا بحیثیت اقلیت ان کو حاصل ہوتے ہیں وہ سارے حاصل ہوں گے، ہمیں اس میں کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

لیکن اگر وہ یہ کہیں نہیں صاحب آپ نے تو فیصلہ ہی غلط کیا، آپ کا آئین غلط ہے، آپ نے ہمیں غیر مسلم قرار دیا تو ہم پر ظلم کیا، تو پھر اس صورت میں جب وہ اس کو نہیں مانیں گے تو آئین کی دی ہوئی وہ سہولتیں جو غیر مسلم اقلیتوں کے لیے ہیں وہ اس سے کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ اور یہ بات ظہیر الدین بنام ریاست والے فیصلے میں بھی کہی گئی ہے۔ لہٰذا......

جسٹس فائز عیسیٰ: میں سمجھ گیا آپ کی بات، میں ایک بات آپ کو ذرا بتا دوں، آپ کو یقیناً پتا ہوگی...... آئین کی شق ۲۶۰ کی ذیلی شق ۳، وہ میں پڑھ دیتا ہوں۔

260(3) In the constitution and all enactments and other legal instruments unless there is anything repugnant in the subject or context

(a) muslim means a person who believes in the unity and oneness of Almighty Allah, in the absolute and unqualified finality of the Prophethood of Muhammad (peace be upon him), the last of the prophets, and does not believe in, or recognize as a prophet or religious reformer, any person who claimed or claims to be a prophet, in any sense of the word or of any description whatsoever, after Muhammad (peace be upon him):and

(b) non muslim means a person who is not a Muslim and includes a person belonging to the Christian, Hindu, Sikh, Buddhist or Parsi community, a person of the Quadiani Group or the Lahori Group who call themselves'Ahmadis or by any other name or a Bahai, and a person belonging to any of the Scheduled Castes.

تو آئین نے تو اس کی بالکل وضاحت کر دی ہے، ہماری رائے کیا ہے، ہم سب پابند ہیں اس کے، ہم تو حلف اٹھاتے ہیں، پابند کر دیا سب کو بلکہ پوری ریاست کو، جتنے شہری رہتے ہیں سب کو پابند کیا ہوا ہے، تو اس میں کوئی ابہام کی بات نہیں ہے، کہ ہے؟ میں نے دو شقیں پڑھیں۔

شیخ تقی عثمانی: اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ آئین میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ لیکن اس کی اپلی کیشن اس معنیٰ میں کہ کونسی غیر مسلم اقلیت کو وہ حقوق حاصل ہوں گے؟

جسٹس فائز عیسیٰ: جی یہ بات سمجھ گیا، مزید کوئی بات ہے تقی صاحب؟ کیونکہ مجھے پتہ ہے آپ کو سیمینار اٹینڈ کرنا ہے۔ آپ نے ہماری راہنمائی کی، بہت بہت شکریہ۔

شیخ تقی عثمانی: بس یہ جو آخری بات میں نے آپ سے کہی، آپ نے کہا تھا میں لکھ کر بھیج دوں کہ ایک تو ۴۲ کو حذف کرنا چاہتا ہوں اور ایک پیراگراف ۱۷ کو۔

جسٹس فائز عیسیٰ: پیراگراف ۷۔

شیخ تقی عثمانی: ذرا معافی چاہتا ہوں میری گنتی ذرا کمزور ہے۔ پیراگراف ۷ اور پیراگراف ۴۲، اس کو تو میں نے عرض کیا کہ مکمل حذف کیا جائے، اور متعلقات۔

جسٹس فائز عیسیٰ: (ظرافت کے ساتھ) ماشاءاللہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کی عمر کیا ہے، یا نہیں پوچھ سکتا؟

شیخ تقی عثمانی: (مسکراتے ہوئے) جی ضرور پوچھیں۔ یہ اکتوبر آنے والا ہے اس میں شمسی حساب سے میں ۸۲ سال کا ہو جاؤں گا۔

جسٹس فائز عیسیٰ: چلیں میری بھی سالگرہ اکتوبر میں ہوتی ہے، ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید عمر دے اور تندرست رکھے، ہماری رہنمائی کرتے رہیے گا۔

شیخ تقی عثمانی: جی ہم تو حاضر ہیں جناب، ہم تو سترہ سال یہاں رہے ہیں آپ کے سپریم کورٹ میں۔

جسٹس فائز عیسیٰ: اب عدالتی دروازہ تو کھلا رہتا ہے کسی کو کوئی بھی بات ہے، اب دیکھیں درخواست دی ہم نے فوراً لگا دی، کوئی چھپائی نہیں کوئی دبائی نہیں، فوراً لگا دی (تقی عثمانی: ماشاء اللہ، بہت اچھا) پہلے بھی آئی تھی درخواست، اب یہ ضرور آپ کہہ سکتے ہیں کہ فیصلے میں تجویز آپ کا حق ہے، نہ صرف حق ہے بلکہ میرے خیال میں تو آپ رہنمائی کرتے ...... دیکھ لیں گے اس میں غلطی ہے، نہیں ہے۔ بہت بہت آپ کا شکریہ کہ آپ نے ہماری رہنمائی فرمائی، اگر کوئی اور بات نہیں ہے تو پھر میں دوسرے............

شیخ تقی عثمانی: بات کوئی اور نہیں ہے gist (مُخ) صرف جو ہے میری اس وقت کی گزارش کا وہ پیراگراف ۷ اور

پیراگراف ۴۲ اور آخری ۴۹ جیم۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی وہ ٹیکسٹ آپ بھیجیے گا پھر............

شیخ تقی عثمانی: میں آپ کو بھیجتا ہوں۔ دیکھیے میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب اگر آپ کوئی فیصلہ دیں نا، تو وہ فیصلہ براہ کرم پورے دل سے دیں، اور اس میں کوئی ایسی چیز نہ رہنے دیجیے کہ جس کی وجہ سے یہ سمجھا جائے کہ یہ بے دلی سے بات کی گئی ہے۔

جسٹس فائز عیسیٰ: دل اور دماغ، یا دل؟

شیخ تقی عثمانی: (ظرافت کے ساتھ) نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ ماشاء اللہ آپ نے خود ظاہر کیا کہ آپ کو اپنی کسی غلطی سے اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا، یہ اتنی اچھی صفت ہے کہ......

جسٹس فائز عیسیٰ: نہیں، میں تو پھر گنہگار ٹھہرا کہ اگر میں یہ کہوں کہ............

شیخ تقی عثمانی: تو جب خود آپ کا یہ ذہن ہے اور حدیث بھی موجود ہے اس کے اوپر، حضرت فاروق اعظمؓ کے فیصلے موجود ہیں اس بات کے اوپر کہ بھئی اگر کسی......

جسٹس فائز عیسیٰ: اسی لیے پرانے زمانے میں لوگ قاضی بنتے نہیں تھے کہ یہ تلوار کی دھار کے اوپر بیٹھنے کے برابر ہے۔ پھر آپ کو پتہ ہے کہ منصور نے کیا کیا قاضی بننے کے لیے، وہ نہیں بننا چاہ رہے تھے، وہ تو خیر آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں وہ سارے واقعے............

شیخ تقی عثمانی: یہ صحیح ہے بالکل، جناب فاضل چیف جسٹس صاحب آپ سینئر ہیں، میں تو بہت جونیئر تھا آپ کے۔

جسٹس فائز عیسیٰ: نہیں آپ ہمارے بزرگ ہیں، میں آپ سے بہت کم عمر ہوں علم میں بھی اور عمر میں بھی۔

شیخ تقی عثمانی: میں آپ سے صرف یہ گزارش کر رہا ہوں کہ آپ ماشاء اللہ اتنے کھلے دل کے آدمی ہیں کہ ہر غلطی تسلیم کرنے کو تیار ہیں، اور یہی بڑے آدمی کی علامت ہوتی ہے کہ بڑی سے بڑی غلطی پر وہ............

جسٹس فائز عیسیٰ: بڑا نہیں ہوں مگر میں غلطی کا پتلا ہوں یہ اعتراف کرنے میں کوئی......

شیخ تقی عثمانی: لہٰذا میری گزارش جو ہے کہ (پیراگراف) ۴۹ والی............

جسٹس فائز عیسیٰ: وہ ذرا آپ نے لمبی بات کی مگر جب ہمیں ٹیکسٹ بھیجیں گے............

شیخ تقی عثمانی: میں ابھی بھیجتا ہوں، اس پر آپ ضرور غور فرمایئے گا تو اس سے سارا اضطراب ختم ہو جائے گا۔

جسٹس فائز عیسیٰ: ٹھیک ہے، ان شاء اللہ، جی آپ کی بات پر غور کریں گے ہم۔

شیخ تقی عثمانی: جی ضرور، میں ان کو جو مجھ سے رابطے میں تھے، ظفر اقبال صاحب، میں ان کو بھیج رہا ہوں۔

جسٹس فائز عیسیٰ: بہت بہت شکریہ، ان کو فارورڈ کر دیں، وہ ہمیں پرنٹ آؤٹ دے دیں گے۔

شیخ تقی عثمانی: میں فوراً بھیج رہا ہوں۔ مگر براہ کرم اس کو دیکھیے گا ضرور، اس پر غور ضرور کیجیے گا۔

جسٹس فائز عیسیٰ: جی جی ضرور دیکھیں گے، ان شاء اللہ۔ آپ کو زحمت دی ہے اسی لیے، اس لیے تو نہیں بلایا کہ بغیر غور کیے............ ایک دفعہ پھر میں اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے وقت نکالا اور یقیناً، آپ کو کچھ دشواری ہوئی ہوگی آنے میں ادھر اور ہم سے ایڈریس کرنے میں۔

شیخ تقی عثمانی: یہاں میں انٹرنیشنل کانفرنس ہے جس کو میں چیئر کر رہا ہوں، ان سے میں............ (فائز عیسیٰ: کون سے............؟) یہ ہماری ایک کانفرنس ہے ''شریعہ کونسلنگ فار دی اسلامک فائنانشل انسٹیٹیوشنز''۔ تو وہ اسٹینڈرڈز تیار کر رہی ہے اسلامک فائنانس کے، تو اسٹینڈرڈز تیار کرنے میں بیس ملکوں کے علماء اس میں شریک ہیں، اور یہ تیس سال سے کر رہی ہے، اس کے اوپر یہ سمجھیے کہ تقریباً دو ہزار صفحات کے اسٹینڈرڈز سارے اسلامک بینکس کے لیے کہ وہ کس طرح کام کریں گے وہ تیار کیے گئے ہیں اور تیار کیے جا رہے ہیں، بہت ہی دیدہ ریزی کا کام ہے تو وہ............

جسٹس فائز عیسیٰ: کون سے شہر میں ہیں آپ؟

شیخ تقی عثمانی: میں اس وقت استنبول میں ہوں، ترکی میں۔

جسٹس فائز عیسیٰ: استنبول میں، اچھا ٹھیک ہے، ایک بار پھر آپ کا شکریہ۔

شیخ تقی عثمانی: نہیں جناب، شکریہ آپ کا کہ آپ نے اس قابل سمجھا کہ اس موضوع کے اوپر............

جسٹس فائز عیسیٰ: آپ شرمندہ نہ کریں ہمیں۔

شیخ تقی عثمانی: جزاک اللہ، بہت بہت شکریہ۔

جسٹس فائز عیسیٰ: چلیں بہت بہت شکریہ، تھینک یو۔

ریاست کا تعلیمی نظام، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے وفاقی وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے زیر اہتمام اسلام آباد میں منعقدہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس، ۱۲؍ربیع الاول ۱۴۴۶ھ/ ۱۶؍ستمبر ۲۰۲۴ء کو **"ریاست کا تعلیمی نظام، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں"** کے عنوان سے اہم تحقیقی مقالہ پیش کیا، اس مقالے کے مشمولات کی اہمیت کے پیش نظر اسے ماہنامہ "وفاق المدارس" میں شائع کیا جارہا ہے۔

تمہید:

اسلام کی نظر میں تعلیم و تعلم، علم وحکمت کا حصول ایک مقدس فریضہ ہے۔ تعلیم و تعلّم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی 'اقراء' اُتری اور ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، (۱) اس کی تائید ان آیتوں سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی کا بنیادی خاکہ پیش کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ۱۶۴ (۲)

"اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔"

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ ۲ ()

"وہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں ان ہی میں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس ے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔"

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ١٢٩﴾ (۳)

"اے پروردگار، ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔"

ان قرآنی ہدایات کے ماتحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعے ایسا نظام تعلیم تشکیل دیا جو زمان ومکان کی قیود سے بالا اور ہر زمانے میں قابلِ عمل ہے۔آئندہ سطور میں ہم ان شاء اللہ اس تعلیمی نظام کے خط وخال کو واضح کریں گے۔

اسلام میں ریاست کا تصور اور اسلامی ریاست کے مقاصد:

دارالاسلام وہ خطہ ارض ہوتا ہے جہاں مسلمان آباد ہو جائیں اور ان پر اسلامی احکامات جاری وساری ہوں۔(۴) علامہ ابو یعلیٰ حنبلیؒ کے خیال میں" ہر وہ خطہ زمین جس میں کفریہ احکام کے مقابلے میں اسلامی احکام کا غلبہ ہو تو وہ دارالاسلام کہلائے گا۔"(۵)

جبکہ شیخ محمد ابو زہرہ کے مطابق" وہ ملک جس کا انتظام وانصرام مسلم حاکم کے ہاتھ میں ہو اور اس میں فوجی اور دفاعی قوت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو تو وہ دارالاسلام ہے۔"(۶)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض میں اسلام کے احکام کو نافذ کرنا شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ:" ریاست مدینہ میں ریاست کا درجہ ثانوی ہے اور شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ اولین درجہ تھا۔ یہ بنیادی فرق ہے ریاستِ مدینہ اور بقیہ ریاستوں میں۔" (۷) اور یہ معلوم ہے کہ شریعتِ اسلامیہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، زندگی کے ہر شعبے کے لیے اس میں راہنمائی کا وافر مواد موجود ہے۔ان شعبہ ہائے زندگی میں سب سے اہم فی زمانہ تعلیم کا شعبہ سمجھا جاتا ہے، تعلیم دیگر تمام شعبوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے قرآن وسنت میں تعلیم کے حصول کو بہت اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

قرآن پاک میں علم وتعلیم کی اہمیت:

فرمان باری تعالی ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَٰئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ١٨﴾ (۸)

''اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

مشہور مفسر قرآن علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ کی گواہی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ اہل علم کی گواہی کو ذکر کرنا علم وعلماء کے خصوصی امتیاز کا اظہار ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ○ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ○ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاۤءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ".(۹)

''اور برابر نہیں اندھا و بینا، اور نہ ظلمتیں اور نور، اور نہ سایہ اور لو، اور برابر نہیں زندہ اور مردہ۔''

معلوم ہوا کہ قرآن کی نظر میں علم بینائی ہے، روشنی ہے، سایہ اور حیات ہے، جبکہ اس کے مقابل جہالت، اندھاپن ہے، تاریکی ہے، تپش ہے اور موت ہے۔ غالباً اس سے زیادہ مؤثر پیرایہ بیان علم وجہل کے تقابل کا ہو ہی نہیں سکتا۔(۱۰)

تعلیم رفع درجات کا سبب بھی ہے، انسان کا جب اہل علم میں شمار ہوتا ہے، وہ علم سے بہرہ ور ہو کر اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے (اپنے ظرف اور اس کی توفیق کے بقدر) متصف ہوتا ہے۔تو اس کے درجات بڑھا دیئے جاتے ہیں، اس کا مرتبہ بلند کر دیا جاتا ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ" (۱۱)

''اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور جن کو علم دیا گیا ان کے درجات بلند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

اس آیت میں انسان کی ترقیٔ مدارج کے دو ذریعے بیان فرمائے ہیں، ۱۔ایمان اور ۲۔علم، معلوم ہوا کہ ایمان اور علم دونوں دوش بہ دوش مل کر انسان کو ترقی کی منازل طے کراتے ہیں۔(۱۲)

تعلیم کی اہمیت، احادیث کی روشنی میں:

تعلیم کی اہمیت کو احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایک جہانِ معنی اور ایک گنجینۂ علم وحکمت سے انسان آشنا ہوتا ہے، احادیث میں تعلیم کو انسان کی اولین ضرورت اور اسکا حصول بڑی فضیلت کا باعث قرار دیا گیا ہے، چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

طالب علم کو یہ بشارت سنائی کہ ''فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں''۔(۱۳)

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کو چاند سے تشبیہ دی، فرمایا: ''عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے

چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت، علماء تو انبیا کے وارث ہیں''۔(۱۴)

آپ ﷺ نے طلب علم میں سرگرداں افراد کو جنت کی بشارت سنائی، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کوئی راستہ اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں''۔(۱۵)

طالب علم کو ایک یہ بشارت سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہے، جب تک لوٹ نہ آئے''۔(۱۶)

ہر طرح کا حامل یا عالم ہے یا طالب علم، ابن مسعودؓ سے منقول ہے، فرمایا''یا تو عالم بن یا طالب علم، اس کے علاوہ بھلائی کی کوئی صورت نہیں''۔(۱۷)

ملک وملت کے استحکام میں تعلیم کا کردار:

آئین پاکستان کا مطالعہ کرنے پر ہمیں یہ بات سمجھنے میں چنداں دِقت پیش نہیں آتی کہ آئینی لحاظ سے پاکستان میں ایک اسلامی طرز کا جمہوری معاشرہ قائم کرنا مقصود ہے جس کی ثقافت، معاشرت، معیشت، تعلیم غرضیکہ ہر شعبہ زندگی کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ہے۔ چونکہ معاشرہ افراد سے مل کر بنتا ہے لہٰذا لازماً اس بنیادی آئینی مقصد کے حصول کے لیے ہمیں ایسے افراد تیار کرنا ہوں گے جو مل کر اسلامی طرز کا جمہوری معاشرہ قائم کر سکیں، یہ کام تعلیم کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہے، اس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر رکھی گئی ہیں، یہ کلمہ طیبہ پاکستان کی مختلف قوموں اور طبقوں کو یکجا رکھنے کا اہم ذریعہ ہے، اس لیے پاکستان اپنے سیاسی وسماجی استحکام اور حقیقی ترقی کے لیے دین اسلام کی راہنمائی کا محتاج ہے۔ اس اعتبار سے ''ضروری ہے کہ (پاکستان سمیت) ہر اسلامی ریاست، اسلامی نظام تعلیم اپنانے کے لیے اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے جس کے بغیر ایک کامیاب اسلامی ریاست نہیں بنائی جاسکتی۔(۱۸)

نظام تعلیم کے راہنما خطوط، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خصائل وشمائل، ہدایات واحکام عملی وتعلیمی ضابطۂ حیات ہیں۔ اس ضابطے سے اسلامی معاشرے کی تشکیل وتعمیر کے راہنما خطوط ملتے ہیں، موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے یہاں ہم تعلیمات مبارکہ وتعلیمی اسوہ حسنہ کی روشنی میں اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت اور اس کے بنیادی خطوط کو اجاگر کریں گے۔

مثالی درسگاہوں کا قیام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجودہ دور کی طرح سے تعلیمی اداروں کا وجود تو نہیں ملتا لیکن دنیائے عرب میں پہلی بار ایسی درسگاہوں کی مثال قائم کی گئی جو رفتہ رفتہ باقاعدہ ادارے بن گئے۔ان درسگاہوں کے تعلیمی نظام کا جائزہ لیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشتمل نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے جن میں پہلی درسگاہ دارِ اَرقم ہے۔(۱۹)

مسجد نبوی کے چبوترے پر بنائی گئی درس گاہ صفہ کو بھی تاریخ اسلام میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔رات کو طلبہ یہاں قیام کرتے تھے اور دن میں دینی احکامات اور مسائل سیکھتے تھے۔(۲۰)

اس درس گاہ میں قرآن مجید کی سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں۔فن تجوید سکھایا جاتا تھا اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم کا بندوبست تھا جس کی نگرانی خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شخصی طور پر فرمایا کرتے تھے،اور وہاں رہنے والوں کی غذا کا بھی بندوبست کیا کرتے تھے۔یہ طلبہ اپنے فرصت کے گھنٹوں میں طلبِ روزگار میں بھی مصروف ہوا کرتے تھے۔

ہر فرد کے لئے لازمی تعلیم:

اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب یا تمدن ایسا نہیں ہے جس نے تمام انسانوں کی تعلیم کو ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہو۔یہ امتیاز اسلام کو حاصل ہے کہ اس میں تعلیم سب کے لئے حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے،اس میں کوئی تفریق وتعصب کو روا نہیں رکھا گیا،اس لیے کہ اسلام کی پہلی دعوت ہی تعلیم اور پڑھنے کی تھی،اس میں نہ صرف تعلیم وتعلم کی ضرورت واہمیت بتائی گئی بلکہ تعلیمی ذرائع یعنی پڑھنے اور لکھنے کی طرف بھی واضح اشارات موجود ہیں:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ٥ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٥ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٥ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾

نیز نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۲۲) علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مشفق معلم:

نظام تعلیم کی کامیابی کے لیے استاذ کو اعلی اخلاق سے متصف ہونا از حد ضروری ہے اور یہ وصف آپ ﷺ میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔آپ ﷺ بے حد نرم دل اور مشفق تھے،قران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اگر آپ ﷺ رحم دل نہ ہوتے (سخت دل ہوتے) تو یہ لوگ آپ کے گرد جمع نہ ہوتے۔(۲۳)

تعلیم وتبلیغ میں آپ ﷺ کا یہ وصف بہت نمایاں رہا۔ احادیث مبارکہ میں اس طرزِ عمل کی دَسیوں مثالیں موجود ہیں۔

انداز واسالیب تدریس:

کوئی بھی نظام تعلیم طلبہ کی استعداد، ذوق اور نفسیات کو مدّ نظر رکھے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتا۔ معلم انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی نفسیات، وقت اور ماحول کا بے حد لحاظ رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کلموا الناس علی قدر عقولهم

کہ لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک عظیم الشان طریقۂ تعلیم کی طرف ہماری راہنمائی کرتا ہے جسے تعلیمی نفسیات کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس بنیاد پر پورے نظامِ تعلیم کا ڈھانچہ استوار کیا جا سکتا ہے۔ طلبہ کی تعلیمی نفسیات کو مدّ نظر رکھنے کی احادیث مبارکہ میں بہت مثالیں ملتی ہیں، ان میں نمایاں مثالوں کو ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

حوار ومناقشہ کا انداز:

مذکورہ بالا لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا جائزہ لیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تفہیم وتعلیم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متنوع طریقے اور مختلف اسلوبِ بیان اختیار فرمائے ہیں، کبھی آپ کا انداز مثال دے کر سمجھانے کا ہوتا، جیسے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال کیا: وہ درخت بتاؤ جس کی مثال (ثابت قدم) مسلمان کی طرح ہے کہ جس کے پتے جھڑتے نہیں ہیں؟ صحابہ کرام کے استفسار پر خود ہی جواب مرحمت فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ (۲۴)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آئندہ اس قسم کی اور مثالیں بھی آئیں گی جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انداز اختیار فرمایا، تاکہ علمی مسائل پر طلبہ کو غور وفکر اور سوال کے قرائن وغیرہ پر غور وفکر کی عادت پڑے۔ (۲۵)

سوالیہ انداز:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انداز بھی اپنایا کہ کسی معروف لفظ کے بارے میں سوال کیا، جب اس لفظ کا مشہور مطلب بتایا گیا تو آپ نے اس لفظ کے دوسرے پہلو کو نمایاں فرمایا، جیسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کس کو کہتے ہیں؟ جواب دیا: مال ومتاع سے تہی دامن کو ہم مفلس سمجھتے ہیں، فرمایا: میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور

زکوۃ کے اعمال لائے گا۔۔۔۔الخ (۲۶)

تعلیم وتفہیم میں حوار ومناقشے کا اسلوب اپنانے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ طلبہ صرف سن کر یاد کرنے کا آلہ نہیں بنتے بلکہ علمی مسائل پر غور وفکر، تحقیق وتدقیق کا ملکہ ان میں نشوونما پاتا ہے جو آگے چل کر علمی وعملی دنیا میں ان طلبہ کے لیے روشن مستقبل اور اونچے مقام کی ضمانت بن سکتا ہے۔

قصہ کہانی کا انداز:

کسی مفہوم کو قصے/کہانی اور ضرب مثل کی صورت میں بیان کرنے سے حاضرین/سامعین کی مکمل توجہ حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے، جب کسی بات کو مکمل توجہ سے سنا یا سمجھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بات قلب وذہن میں راسخ نہ ہو۔ کامیاب معلّم اپنی بات کو طلبہ کے ذہن میں اتارنے اور واضح انداز میں سمجھانے کے لیے دوران تعلیم یہ اسلوب اختیار کرتا ہے۔ اس کی مثال کتب حدیث بیان کردہ تین افراد کا وہ مشہور قصہ ہے جو بارش کے باعث غار میں مقید ہو گئے تھے، اور اپنی نیکیوں کے وسیلے سے یقینی موت سے نجات پا گئے۔(۲۷)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور دوسرے انبیاء کی مثال یہ ہے کہ کوئی آدمی گھر بنائے، مکمل اور خوبصورت، لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے۔ لوگ اس گھر میں آئیں، حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہیں: کاش یہ ایک کی جگہ خالی نہ ہوتی!(۲۸)

ان دونوں احادیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریب فہم کے لیے دو مختلف طریقے اختیار فرمائے، یہ دونوں طریقے آج بھی اتنے کے قابلِ عمل ہیں جتنے یہ کسی بھی دور میں ہو سکتے تھے۔

حوصلہ افزائی کا انداز:

تعلیم وتفہیم کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس موقع پر صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی، تعریف وتوصیف فرمائی جہاں کسی صحابی نے کوئی صحیح مشورہ دیا یا اصابت رائے کا اظہار کیا۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کی ہمت بڑھے، علم حاصل کرنے مزید ہمت وعزم کا مظاہرہ کریں وغیرہ۔ بخاری ومسلم شریف کے ابواب فضائل ومناقب صحابہ میں اس طرزِ تعلیم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یمن کے نومسلموں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معلم کو اپنی دینی تعلیم کے ساتھ بھیجنے کی استدعا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔(۲۹)

انفرادی خصوصیات وامتیازات کا لحاظ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنی علمی، سماجی اور تہذیبی پس منظر کے اختلاف اور عمروں کے تفاوت کی وجہ سے سب

طالب علموں کی ذہنیت سطح واستعداد ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اس لیے استاذ کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم کے دوران ان اختلافات کا لحاظ رکھے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان امور کا لحاظ فرماتے ہوئے تعلیم میں تدریجی اسلوب اختیار فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت معاذؓ کو یمن روانہ فرماتے وقت فرمایا کہ تم بہت جلد عیسائیوں کے پاس آؤ گے تو پہلے ان کو توحید ورسالت کی دعوت دینا، اگر اس کو قبول کر لیں تو پھر انہیں بتانا کہ دن ورات میں ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں، اگر اس کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ ان ان پر زکواۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر انہیں کے غرباء ومساکین میں تقسیم کی جائے گی۔(۳۰)

نبوی وسائل تعلیم:

نظام تعلیم میں جس طرح اسلوبِ تعلیم اہمیت رکھتا ہے اسی طرح وسیلۂ تعلیم بھی اہمیت کا حامل ہے۔ تعلیمی وسیلے سے مراد ہر وہ مادی یا معنوی ذریعۂ تعلیم ہے جس سے تعلیمی منہج کے انطباق میں آسانی ہو۔ منہج ونظامِ تعلیم کے لحاظ سے جتنا مناسب اور بروقت وسیلہ معلّم اختیار کرے گا اسی قدر طلبہ کو معلومات اپنے ذہن میں راسخ کرنے میں آسانی ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم وتفہیم کے باب میں متعدد وسیلے اختیار فرمائے، مثلاً بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسئلے کو واضح کرنے کے لیے اشارے سے کام لیا تاکہ بات کا مفہوم صحابہ کرام کے سامنے کھل کر آجائے جیسے ایک موقع پر بات سمجھاتے ہوئے اپنی ناک مبارک کی طرف اشارہ فرمایا(۳۱)، ایک موقع پر اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرما کر بات ذہن نشین کروائی (۳۲) اور کبھی زمین پر خط کھینچ کر بات کو واضح کرنے اور ذہن نشین کرانے کی کوشش فرمائی۔(۳۳)

اسی سے معلّم واستاذ کے لیے توضیحی نقشوں اور جدول کے ذریعے علمی مسائل کی تفہیم کا تصور ملتا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ لکڑی زمین میں گاڑ کر بات کی وضاحت فرمائی، اور بعض مرتبہ کسی سوال کے جواب میں اس کام کا عملی طور مظاہرہ فرما کر بات سمجھائی جیسے وضو وغیرہ کی حدیثوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

تخصص/اسپیلائزیشن:

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں: عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یک فنی ذوق یا تخصیص ترقی کر گیا تھا اور خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے کہ جس کو قرآن سیکھنا ہو وہ فلاں صحابی کے پاس جائے، جس کو تجوید یا تقسیم ترکہ کا حساب سیکھنا ہو وہ فلاں کے پاس جائے وغیرہ۔(۳۴)

امام غزالیؒ نے ’’احیاء العلوم‘‘ اور امام ابن تیمیہؒ نے ’’السیاسۃ الشرعیۃ‘‘ میں لکھا ہے کہ ایسی تمام مہارتوں

وتخصصات کا حاصل کرنا مسلمانوں کے ذمے فرض کفایہ ہے جن کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان غیر مسلموں کے محتاج بن کر رہیں۔ مسلمانوں کو غیر مسلموں کی محتاجی سے بچانا اور ان کو اپنے دینی و دنیوی معاملات میں خود کفیل بنانا یہ مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ ہے۔

خلاصہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، ہدایات، احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں تعلیمی نظام کا مقصد صرف مادّی ترقی نہیں بلکہ مادّی ترقی، معاشی خوش حالی کے پہلو بہ پہلو روحانی تربیت اور اخروی ثواب کو بھی مدّنظر رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اسلام نے علم اور دین دونوں کے دامنوں کو ایک دوسرے سے اس طرح باندھا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔

گذشتہ سطور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تعلیمی اقدامات کا بنیادی خاکہ و تصور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس خاکے اور جائزے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نبوی نظام تعلیم ایک مکمل اور جامع نظام ہے، کسی بھی ریاست کا تصور جس طرح بغیر تعلیم کے پورا نہیں ہوسکتا، اسی طرح اسلامی ریاست کا تصور بغیر نبوی تعلیمی نظام کو نافذ کیے بغیر کرنا مشکل ہے۔ آسمانی ہدایات پر مبنی یہ نظام تعلیم دنیا و آخرت کی فلاح کا ضامن ہے۔ کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما، کتاب اللّٰہ و سنۃ نبیہ۔ (۳۵)

''میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اپنی سنت ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم ان پر کاربند رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔''

نیز اسلام کی نظر میں تعلیم و تعلم کا مقصد خالص معاشی و سماجی ترقی کے ساتھ رضائے الٰہی کی طلب، انسانی پیدائش کے منشا کو پورا کرنا، اچھے اخلاق سے آپ آراستہ ہونا اور دوسروں کو آراستہ کرنا، اپنے علم کی روشنی سے جہل اور نادانی کے اندھیرے کو دور کرنا، نہ جاننے والوں کو سکھانا، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانا، حق کو پھیلانا اور باطل کو مٹانا ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اسی بات کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

تعلیم کا مقصد صرف حصول معاش نہیں بلکہ ذات کی تکمیل، اعلی انسانی اوصاف کا حصول اور پوشیدہ صلاحیتوں کا نکھار ہے اور ان چیزوں کے ذریعے فرد کو ملک و ملت بلکہ پوری انسانیت کی حقیقی خدمت کے لیے تیار ہونا ہے۔

نئے نظام تعلیم کے ذریعے یہ بات ہی ہر لکھے پڑھے شخص کے دماغ اور قلب و روح میں سما جانی چاہیے کہ تعلیم یافتہ انسان کا مقصد زندگی اپنے لیے بہتر وسائل معاش حاصل کر کے ہرگز پورا نہیں ہوا بلکہ اس کا اصل مقصد اپنے علم، اپنے

فن، اپنی ذہانت اوراپنی صلاحیت کے ذریعہ خوداپنے نظریات، اخلاق وکردار کو بہتر بنانا اور ملک وملت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا ہے۔ معاش کا حصول تعلیم کا ثانوی مقصد تو ہوسکتا ہے لیکن اس کا اولین مقصد، محرک اور نصب العین نہیں۔(۳۶)

سفارشات:

موضوع کی مناسبت سے ذیل میں چند اہم سفارشات پیش خدمت ہیں:

۱۔ قیام پاکستان کے اب تک تعلیمی اصلاحات اور تعلیمی مسائل کو حل کرنے کے لیے متعدد پالیسیاں بنائی گئیں، پروگرام کیے گئے، ایک کمیٹی بنا کر ان پالیسیوں اور ان کے نتائج کا بغور جائزہ لیا جائے اور مستقبل کے لیے تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دوررس اثرات کی حامل پالیسی وضع کی جائے۔

۲۔ عالم اسلام جیسے ترکی، سعودیہ میں جدید تعلیمی انقلاب کے لیے ریاستی پالیسی اور طریقۂ کار کا بغور جائزہ لیا جائے اور اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی تطبیق دینے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ طبقاتی نظام تعلیم کو ختم کر کے نصاب کو خالص اسلامی تعلیمات اور نبوی ہدایات کے مطابق مرتب کیا جائے۔

۴۔ فکری انحطاط اور سیاسی زوال کا سبب بننے والے موجودہ تعلیمی نظام کو بتدریج ختم کر کے اخلاقی وروحانی قدروں کو فروغ دینے والے اسلامی نظام تعلیم کو رائج ونافذ کرنے کے لیے تمام ریاستی وسائل کو استعمال کیا جائے۔

۵۔ اسلامی نظریۂ تعلیم اور سیرت طیبہ کی تدریس کو لازمی کرنا چاہیے۔

۶۔ بنیادی، ناگزیر اور لازمی تعلیم کا ایک ایسا نصاب مرتب کیا جائے جو چار عناصر:

۱۔ جس سے عقیدہ صحیح ہو، ۲۔ عبادت صحیح ہو، ۳۔ معاشرت کے اصول وآداب، ۴۔ اور صحیح معاشی تربیت پر مشتمل ہو۔

[حوالہ جات]

(۱) ابن عبدالبر، تعلیم المتعلم، ص ۶۵

(۲) [آل عمران:164]

(۳) [الجمعۃ:2]

(۴) [البقرۃ:129]

(۵) البیہقی، السنن الکبری، کتاب قتال اھل البغی، باب القوم یظھرون رای الخوارج، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ح:16764، ص:8، 318۔

(۶) ابویعلی حنبلی، المعتمد فی اصول الدین:276

(۷)ابوزہرۃ، العلاقات الدولیۃ فی الاسلام:56
(۸)غازی، ڈاکٹرمحمود احمد، محاضرات سیرت،2015ء، لاہور، الفیصل ص:333۔
(۹)[آل عمران:18]
(۱۰)القرآن،35: 19 تا22
(۱۱)اسلام اور عصر جدید، ص8،9
(۱۲)القرآن،58: 11
(۱۳)اسلام اور عصر جدید، ص8
(۱۴)ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، ج ۳،ص313، رقم3641
(۱۵)ایضا
(۱۶)ترمذی، ج4،ص294، رقم2655
(۱۷)ترمذی، ص295، رقم2656
(۱۸)دارمی، ص109، رقم337
(۱۹) مسلم سجاد، اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، اسلام اباد، انسٹیٹیوٹ اف پالیسی اسٹڈیز، 1992ء، ص17
(۲۰) مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، 2000ء، لاہور، ادارہ اسلامیات، ص:27۔
(۲۱)ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اسلامی ریاست،2005ء، لاہور، الفیصل ص:30۔
(۲۲)ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید قروینی، السنن، دار المعرفہ، بیروت، ۹۸ء، ج ا ص ۹۷، رقم ۲۲۴
(۲۳)آل عمران
(۲۴)صحيح البخاري، كتاب العلم باب الحياء في العلم، رقم الحديث:۱۳۱،
(۲۵)فتح الباري١/١٤٦.
(۲۶)صحیح مسلم، تاب البر والصلۃ والآداب باب تحریم الظلم، رقم الحدیث:2585
(۲۷)صحیح البخاري، تاب الأدب باب إجابة دعاء من بر والدیہ، رقم الحدیث:5974
(۲۸)صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين صلى الله عليه وسلم رقم الحديث:3534

(۲۹)صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب أبي عبيدة بن الجراح رضي الله عنه رقم الحديث: 3744، صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل الصحابة، باب فضائل أبي عبيدة بن الجراح **رقم الحديث :2419.**

(۳۰)صحيح البخاري— كتاب الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء، وترد على الفقراء حيث كانوا، **رقم الحديث** :1496

(۳۱)صحيح البخاري- كتاب الأذان، باب السجود على الأنف **رقم الحديث** :812

(۳۲)صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب البكاء عند المريض، **رقم الحديث** :1304

(۳۳)صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب في الأمل وطوله، **رقم الحديث** :6417

(۳۴) **عہد نبوی کا نظام تعلیم**، ڈاکٹر حمید اللہ، ص:۱۶

(۳۵) **مؤطا امام محمد**، رقم الحدیث:۱۱۹

(۳۶) تقی عثمانی، ہمارا تعلیمی نظام، ص ۱۴

(بقیہ: مولانا قاضی عبدالرشید کا آخری معرکہ) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوں گے تو ان کو نہ جانے کیسے نوازا گیا ہوگا اور کس کس انداز سے ان کا اعزاز و اکرام ہوا ہوگا۔ میرے والد صاحب رحمہ اللہ کے جنازے پر تشریف لائے تو گفتگو کرتے ہوئے فرمایا اور اکثر جنازوں میں فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا آخری وقت تھا تو ان کی زوجہ محترمہ نے وا کرباہ کہا کہ دکھ اور غم کا موقع ہے جس پر حضرت بلال نے فرمایا یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو واطرباہ آج غم اور پریشانی نہیں بلکہ خوشی اور مسرت کا دن ہے رب ذوالجلال سے ملاقات ہوگی۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری ہوگی۔ احباب و رفقاء سے ملیں گے- واہ قاضی صاحب! آپ خوش نصیب تھے۔ زندگی کا آخری معرکہ ختم نبوت کا لڑا۔ کس ہمت اور محنت سے لڑا اور کس شان سے جیتا اور پھر اتنی جلدی اور اتنی تیزی سے اپنا انعام پانے چل دیئے... آپ تو چلے گئے لیکن ہمیں آپ یتیم، تنہا اور بہت دکھی کر گئے ہیں۔ اللہ کریم حضرت قاضی صاحب کے ساتھ اپنے خصوصی کرم والا معاملہ فرمائیں۔۔ آمین!۔

(نوٹ: حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ کی حیات و خدمات پر جامع سوانحی مضمون آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔)

قادیانی مسلمان ہوجائیں، یا دستور کو مان لیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم

گولڈن جوبلی تحفظ ختم نبوت کانفرنس (مینارِ پاکستان لاہور) سے خطاب

ترتیب وتدوین: مولانا محمد وسیم اسلم ملتان

الحمدللّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ولا رسول بعدہ ولا معصوم بعدہ ولا امۃ بعد امتہٖ ولا کتاب بعد کتابہٖ اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم... بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ صدق االلّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذلک لمن الشاہدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العالمین۔

وقت کے اختصار کی وجہ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان اور جمعیت علماء اسلام پاکستان کو اس عظیم الشان، تاریخ ساز، فقید المثال گولڈن جوبلی ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے وابستہ ہزاروں دینی مدارس وجامعات، لاکھوں اساتذہ وطلباء اور دیگر جن جماعتوں نے، علماء نے اور افراد نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں کردار ادا کیا ان سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ آپ عوام سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جاگتے رہئے، آپ بیدار رہیے، ۵۰ سال پہلے پاکستان کی اسمبلی نے جو تاریخ ساز اور عہد ساز فیصلہ کیا تھا جہاں آج ہم اس کی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں اس پر کئی مرتبہ شب خون مارا گیا، مختلف حکومتوں میں اس قانون اور دستوری ترمیم کو کمزور کرنے کی، اسے غیر مؤثر کرنے کی کوشش کی گئی، مگر ان قائدین کی بیداری کی وجہ سے اور آپ کے ولولے کی وجہ سے ۵۰ سال کے طویل زمانے میں یہ سازشیں کامیاب نہ ہوسکیں۔ آپ سے میری پہلی اپیل یہ ہے کہ آج کے اس تاریخ ساز اجتماع سے یہ پیغام لے کر جائیے کہ آپ نے قادیانیوں ومرزائیوں کو مسلمان کرنے کی کوشش کا آغاز کرنا ہے۔ پہلے بھی یہ کوششیں ہورہی ہیں، آج سے نئے ولولے اور جذبے کے ساتھ ہم قادیانیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے اور ختم نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ آپ جاگتے اس لئے رہئے کہ آج پاکستان کا جغرافیہ بھی خطرے میں ہے، نظریہ بھی خطرے میں ہے۔ بلوچستان جل رہا ہے۔ شناختی کارڈ دیکھ کر پنجابیوں کو مارا جارہا ہے، دشمنوں کی سازش کو ہم نے

ناکام بنانا ہے۔ کیونکہ بلوچی بھی ہمارا بھائی ہے، پٹھان بھی ہمارا بھائی ہے، پنجابی بھی ہمارا بھائی ہے، سندھی بھی ہمارا بھائی ہے، سرائیکی بھی ہمارا بھائی ہے، مہاجر بھی ہمارا بھائی ہے اور آج کا یہ مجمع گلگت، بلتستان سے کوئٹہ تک، کراچی سے کشمیر تک کا جم غفیر اس بات کی گواہی ہے کہ یہ علماء اتحاد ملت کے داعی ہیں۔ یہ امت کے اتحاد کے دعویدار ہیں۔ یہ جولڑائی کی سازش ہے یہ بھی قادیانیوں اور مرزائیوں کی سازش ہے۔ آپ نے اس کو بھی ان شاء اللہ ناکام بنانا ہے۔

تیسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاکستانی افواج کے سپہ سالار محترم جناب حافظ جنرل عاصم منیر صاحب نے چند دن پہلے ایک اجتماع میں کہا کہ: ''جو شریعت کو نہیں مانتا، جو پاکستان کے آئین کو نہیں مانتا، ہم اس کو پاکستانی نہیں مانتے۔''

میں آج اس مجمع کو گواہ بنا کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بات سپہ سالار نے، افواج پاکستان کے سربراہ نے درست کہی کہ ''جو اسلام کو نہیں مانتا، دستور پاکستان کو نہیں مانتا، وہ پاکستانی نہیں ہے۔''؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں: ہاتھ اٹھا کر جواب دیجیے گا کہ کیا قادیانی اسلام کو مانتا ہے؟

آپ کی آواز آنی چاہئے۔ بلند آواز سے اور ہاتھوں کو لہرا کر بتائیے کیا قادیانی مرزائی اسلام کو مانتا ہے؟ شریعت کو مانتا ہے؟ کیا وہ پاکستان کے آئین کو مانتا ہے؟ کیا وہ پاکستان کے دستور کو مانتا ہے؟ نہیں!

جب یہ مرزائی اسلام کو بھی نہیں مانتے، یہ آئین کو بھی نہیں مانتے، یہ دستور کو بھی نہیں مانتے تو پھر بتائیے کہ سپہ سالار کے قول کے مطابق یہ پاکستانی ہیں، یا پاکستانی نہیں ہیں؟ (مجمع کی آواز کہ) ''نہیں ہیں!''

تو جب یہ پاکستانی نہیں ہیں تو حقوق کی کیا بات کی جاتی ہے؟ پھر رائٹس کی کیا بات کی جاتی ہے؟

اس لئے پہلے دستور کو مانو، آئین کو مانو، جس حقوق کی بات کرتے ہو وہ آئین دیتا ہے وہ دستور دیتا ہے۔ جب تم دستور نہیں مانتے، آئین نہیں مانتے، قانون نہیں مانتے، تو پھر تمہارا کوئی حقوق کا مطالبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں کہ چیف جسٹس آف پاکستان نے ۲۲ / اگست کی سماعت کے دوران قادیانیوں کو کہا: ''تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں یا مسلمان ہو جاؤ یا پاکستان کے آئین اور دستور کو مانتے ہوئے اپنے آپ کو غیر مسلم مان لو۔ تمہارے پاس کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔''

اس لئے قادیانی یا تو مسلمان ہو جائیں، یا دستور کو مان لیں۔ اگر وہ دستور کو نہیں مانتے اور وہ مسلمان بھی نہیں ہوتے تو آج میں اس مجمع میں مطالبہ کرتا ہوں کہ پھر ''پاکستان کی حکومت جس طرح دہشت گردوں کو غدار قرار دیتی ہے، باغی قرار دیتی ہے، تو ریاست پاکستان مرزائیوں اور قادیانیوں کے بھی غدار ہونے کا اعلان کرے اور ان پر

غداری کا مقدمہ چلائے۔

آخری بات کہتا ہوں میرے دوستو اور بھائیو! آج سے آپ یہ پیغام لے کر جائیں گے کہ آپ نے جگہ جگہ ان کو اسلام کی دعوت دینی ہے۔ وہ اگر پاکستان کے آئین کو نہیں مانتے تو ان کو پھر پاکستان میں رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ وہ اپنی دستوری اور آئینی حیثیت کو پہلے تسلیم کریں۔

آپ نے جاگتے رہنا ہے۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ مختصر آیا۔ اگر چہ اس مختصر میں بھی بہت سارے سوالات پیدا ہوتے ہیں، لیکن ہم نے قبول کیا۔ اس لئے کہ انہوں نے قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم اور تمام مکاتب کے اکابرین کی موجودگی میں کہا، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے کہا: میں کھلے دل سے اپنی غلطی کا اقرار بھی کرتا ہوں، میں اس کو ٹھیک بھی کروں گا۔''

لیکن میرا سوال ہے کہ ۲۲ /اگست سے آج ۱۷ دن ہو گئے ہیں۔ ابھی تک تفصیلی فیصلہ کیوں جاری نہیں کیا گیا؟ یہ تاخیر شکوک وشبہات پیدا کر رہی ہے اور میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب سے یہ کہتا ہوں کہ آپ کے دائیں بائیں وہ لوگ ہیں جو قادیانیوں کے سہولت کار ہیں۔ آپ ان کو پہچانیں، ان مار آستینوں کو الگ کریں۔ انہوں نے ۶ /فروری اور ۲۴ /جولائی کا فیصلہ آپ سے غلط کروایا۔ یہ آپ کو مس گائیڈ کر رہے ہیں۔ سپریم کورٹ کے وقار کو مجروح کر رہے ہیں۔ وہی اس فیصلے میں تاخیر کر رہے ہیں اور وہ اپنے نظریے کو پورے ملک پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔

ہم آج اعلان کرتے ہیں کہ ہم چوکیدار تھے، چوکیدار ہیں اور چوکیدار رہیں گے۔ ہم ختم نبوت کے چوکیدار ہیں۔ ہم تحفظ ناموس رسالت کے چوکیدار ہیں۔ ہم اسلامی آئین اور دستور کے چوکیدار ہیں۔ ہم تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے چوکیدار ہیں۔ ہم دینی مدارس وجامعات کے چوکیدار ہیں۔ اگر آپ نے اس فیصلے کو اس لئے مؤخر کیا ہے کہ جذبات ٹھنڈے ہو جائیں، تو یاد رکھئے کہ ہر آنے والے دن میں جذبات اور آگے بڑھیں گے۔ ہم امید رکھتے تھے کہ آپ سات ستمبر سے پہلے تفصیلی فیصلہ جاری کر دیں گے، مگر آپ نے تفصیلی فیصلہ جاری نہ کر کے بہت سے سوالات کو خود جنم دے دیا ہے۔ آپ ملک کا اضطراب بے چینی اور ملک کے اندر اشتعال کو اگر ختم کرنا چاہتے ہیں تو ۱۲ /ربیع الاوّل سے پہلے پہلے اپنا تفصیلی فیصلہ جاری کریں اور عہد کے مطابق کریں، سماج کے مطابق کریں۔ اگر اس میں کوئی جھول ہوا تو پھر یاد رکھیں، ان شاء اللہ! سب سے زیادہ طاقتور عشق مصطفی ہے اور سب سے بہادر عاشقانِ مصطفی ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مقالات ومضامین

علومِ حدیث کی تطبیق میں اِفراط وتفریط کے مظاہر

افادات: مولانا محمد عبدالمالک مدظلہم

تلخیص وتہذیب: مولانا محمد یاسر عبداللہ

تمہید

علومِ حدیث، امتِ مسلمہ کی درخشاں علمی تاریخ کا گلِ سرسبد ہیں، محدثین نے ان علوم پر جو محنتیں صرف کی ہیں، ان کی بدولت اسباب کے درجے میں یہ علوم' ذخیرۂ حدیث کی حفاظت کا ذریعہ ثابت ہوئے، یوں حفاظتِ قرآنی کے ضمن میں حفاظتِ حدیث کا خدائی وعدہ پورا ہوا۔ محدثین کی کاوشیں بلاشبہ عقل ونقل کے پیمانوں پر پورا اُترتی ہیں، اور مسلم عقلیت کی تشکیل میں بھی ان کا اہم کردار ہے۔ محققین کا کہنا ہے کہ ان علوم کا تعلق محض ذخیرۂ حدیث سے نہیں، بلکہ نقل وروایت کے ہر میدان میں یہ علوم، کسوٹی کی حیثیت رکھتے اور اصولِ نقل فراہم کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ سے وابستہ طبقات اگر ان اصولِ نقل کو برتنے لگیں تو بہت سے ''حقائق اور انکشافات'' منظرِ عام پر آنے سے قبل ہی اپنا وجود کھو بیٹھیں گے۔ عام لوگ روزمرہ کی ''سنسنی پھیلاتی خبروں'' کی چھان پھٹک میں انہیں برتنا شروع کردیں تو انسانی ذہنوں میں آئے بہت سے بھونچال، تباہی پھیلانے سے پہلے ہی دم توڑ جائیں، بلاشبہ یہ اصول ہردم تازہ اور سبک خرام ہیں اور رہیں گے، ان شاءاللہ!۔

آمدم برسرِ مطلب! علومِ حدیث کے مفید اور ثمرآور ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ بڑھیا سے بڑھیا شے کا ناروا استعمال اس کی افادیت کو ٹھیس پہنچاتا اور افادیت کی بجائے اُلٹا نقصان کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ کچھ ایسا ہی حال علومِ حدیث کا بھی ہے، ناپختہ فکری کے ساتھ علمیت کا سودا اگر دماغ میں سما جائے تو انسان' مفید غذا کو زہرناک بناڈالتا ہے، اور علمی اصولوں کو ہی بنیاد بنا کر علمی روایت کو ڈھاتا چلا جاتا ہے، طُرفہ یہ کہ ایسی ذہنیتیں اپنے ناقص کاموں کو علمی کارنامہ باور کراتی ہیں اور خود پر نازاں بھی رہتی ہیں: ''ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا!''۔

علومِ حدیث کی تطبیق میں اِفراط وتفریط کے جو مظاہر' معاصر علمی اُفق پر دکھائی دیتے ہیں، اور ان کے نتیجے میں سلف واکابر کے تئیں بے اعتمادی کی جیسی فضا بن رہی ہے، سنجیدہ اہلِ علم اس تکلیف دہ منظرنامے کا درد قلب وجگر میں محسوس کرتے اور اپنے مستفیدین ومتعلقین کو اس سے باخبر رکھنے اور درست راہ پر گامزن رہنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

پیشِ نظر مضمون اسی نوعیت کے ایک علمی محاضرے کی تحریری صورت گری ہے، محاضرِ محترم حضرت مولانا محمد عبد المالک صاحب مدظلہم (رئیس شعبہ ''تدریب في علوم الحدیث'' مرکز الدعوۃ الإسلامیۃ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش) علومِ حدیث وفقہ اسلامی کے طلبہ کے لیے موجودہ دور کی مغتنم شخصیت ہیں، انہیں یہ سعادت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں متعدد نابغۂ عصر ہستیوں سے استفادے کا زرّیں موقع عنایت فرمایا۔ جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد انہوں نے دو برس شعبہ تخصص علومِ حدیث میں برصغیر کے نامور محقق عالم حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ کی علمی تربیت کے سائے تلے گزارے، اس دوران نامور مناظر و محقق عالم مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ سے بھی مستفید ہوتے رہے، بعد ازاں جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ تخصص فی الافتاء میں ڈھائی برس تک محدثِ فقیہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم سے فیض یاب ہوتے رہے، اور پھر عالمِ عربی کے بلند پایہ محقق ومحدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہو کر لگ بھگ دو سال تک ان کے متفرق علمی امور میں معاونت کرتے اور ان سے مستفیض ہوتے رہے، اس دوران بیس سے زائد کتب ورسائل کی تالیف وتحقیق میں ان کی رفاقت کا شرف حاصل رہا۔ مذکورہ بالا اہلِ علم میں سے ہر ایک اس پائے کے ہیں کہ محض کسی ایک سے انتساب واستفادہ بھی سرمایۂ افتخار ہے، پھر جنہیں ان سبھی سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا ہو، ان کی سعادت مندی میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟!۔

کچھ عرصہ قبل مولانا مدظلہم کی کتاب ''محاضرات علوم الحدیث'' (شائع شدہ از مرکز الدعوۃ الإسلامیۃ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش) طبع ہوئی، اور سال بھر میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کتاب میں ''مقدمۃ ابن الصلاح'' کی ابتدائی بارہ انواع سے متعلق ان کے محاضرے قلم بند کر کے ترتیب دیے گئے ہیں۔ پیشِ نظر مضمون کا انتخاب اسی کتاب سے کیا گیا ہے۔ مولانا مدظلہم نے اس محاضرہ میں علومِ حدیث کی تطبیق میں افراط وتفریط کے مظاہر اور ان کے نتائج کے تعلق سے پُرمغز گفتگو فرمائی ہے، اور اس ضمن میں بہت سے علمی دقائق، مفید نکات، پرلطف چٹکلے اور دلچسپ واقعات بھی آ گئے ہیں، علومِ حدیث کے طلبہ کے لیے یہ سب کچھ حد درجہ مفید ہے۔ چونکہ وطنِ عزیز میں تاحال اس کتاب کی اشاعت نہیں ہوسکی، اور کتاب، عام طلبہ واہلِ علم کی دسترس میں نہیں، اس بنا پر بندہ نے اس محاضرے کا انتخاب کر کے کسی معنوی تغیر کے بغیر قدرے تلخیص کی، اور لفظی وتعبیری نوک پلک سنوار کر اس میں تحریری رنگ بھرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے، نیز حسبِ ضرورت عبارات کا ترجمہ اور ہلکی پھلکی تخریج کی ہے، اور بعد ازاں اطمینان کے لیے اسے حضرت مولانا مدظلہم کی خدمت میں پیش کر کے اُن کی اجازت سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ مضمون، حدیث کے طلبہ واہلِ علم کے لیے علومِ حدیث کی تطبیق کے تعلق سے خضرِ راہ ثابت ہوگا، اور ان کے قلوب میں اصل کتاب کے مطالعہ کا اشتیاق بڑھنے کا ذریعہ ثابت ہوگا، رہا کتاب کے حصول کا معاملہ تو سچ ہے کہ ''جوئندہ یابندہ''۔ (از مرتب)

علومِ حدیث سے متعلق ایک اہم بحث:

علومِ حدیث سے متعلق مباحث میں سے ایک اہم بحث ''وجوه الإفراط والتفريط في استخدام علوم الحديث'' (یعنی علومِ حدیث کی تطبیق میں افراط وتفریط کے مظاہر) ہے۔

اِفراط: یعنی حدود کا خیال نہ رکھنا، اپنے مقام سے تجاوز کرنا، اور بے موقع استعمال کرنا۔

تفریط: یعنی کسی شے کا حق ادا نہ کرنا، اور جہاں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے، وہاں خیال نہ رکھنا۔

افراط وتفریط ہر چیز میں مذموم ہے، طلبہ کرام کے لیے علوم حدیث میں جن مباحث کی تدریب ضروری ہے، ان میں سے ایک اہم بحث یہ بھی ہے کہ وہ علومِ حدیث کا معتدل اور صحیح تطبیق واستعمال سیکھیں۔ ذیل میں اس حوالے سے چند اہم نکات پیش کیے جائیں گے۔

علومِ حدیث کی تطبیق میں مظاہرِ تفریط:

بہت سے لوگوں کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ یہ علم صرف نمونہ، برکت یا آثارِ قدیمہ کی طرح ایک یادگار کی حیثیت رکھتا ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ محض اصطلاحی علم ہے، جس کو ایک مرتبہ نظر سے گزار لینا چاہیے، یا چوں کہ اس کا تعلق حدیث سے ہے، اس لیے برکت کی نیت سے پڑھ لینا چاہیے، یا چونکہ ہمارے بزرگ اسے پڑھتے پڑھاتے آئے ہیں، اس لیے گویا آثارِ قدیمہ کی مانند اس کا محض تذکرہ ہو جائے تو کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب دل میں یہ تصور ہوگا تو عملاً کیا حال ہوگا؟! چنانچہ تطبیقی میدان میں آپ کو اس علم کا نام بھی نظر نہیں آئے گا، یا صرف اس قدر کہ برکت کا حصول ہو جائے، الا ماشاءاللہ!

علومِ حدیث کی تطبیق کے میدان:

علومِ حدیث کی تطبیق کے پانچ بڑے میدان ہیں:

① - احادیثِ ضعیفہ
② - احادیثِ موضوعہ
③ - مختلف فیہا مسائل
④ - کتبِ حدیث کا درس اور شروحِ حدیث کا مطالعہ۔
⑤ - منکرینِ حدیث اور مستشرقین کا رد۔

①، ②: احادیثِ ضعیفہ وموضوعہ کے بارے میں تفریط

اس اہم میدان میں علومِ حدیث کے اصولوں کو کام میں لانا چاہیے، لیکن بعض طلبہ ومدرسین اور بہت سے واعظین وخطباء کے حالات سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ گویا وہ یہ تہیہ کیے ہوئے ہیں کہ غلطی سے بھی انہیں ہاتھ نہیں لگانا، بلا ہچکچاہٹ موضوع اور منکر روایات بیان کی جاتی ہیں، اور کان پر جوں بھی نہیں رینگتی، اگر متوجہ کیا جائے تو اس

بارے میں ان کے مختلف بہانے ہوتے ہیں، اور ایسا لگتا ہے کہ یہی حیلے بہانے ان کے اصول ہیں۔

موضوع اور بے سروپا روایات بیان کرنے کے چند بہانے:

۱ ایک بہانہ یہ ہے کہ بزرگوں کی کتابوں میں کوئی حدیث مل جائے تو اسے لے لینا چاہیے، مثلاً: کوئی حدیث "احیاء علوم الدین" میں مل جائے یا تصوف کی کسی اور کتاب میں مل جائے تو اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں، حالانکہ اصولی طور پر عصرِ روایت کے بعد کی معلّق روایات (جن روایات کی سند کی ابتدا سے راوی ساقط ہوں) کے حوالے تلاش کرنا، اور پھر ان کی سندوں کی تحقیق کرنا بالاجماع فرض ہے، مرسل روایات کو قبول کرنے والوں کے نزدیک بھی یہ عمل ضروری ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے: ظفر الأماني، ص: ۳۴۱-۳۴۴؛ الأجوبة الفاضلة، ص: ۳۱-۳۴، المدخل إلى علوم الحديث الشريف، ص: ۱۰۷-۱۱۲)

۲ دوسرا بہانہ بعض لوگوں نے یہ ایجاد کیا ہے کہ فلاں روایت لفظاً اگرچہ موضوع ہے، لیکن معناً صحیح ہے، اس لیے اسے حدیث کے طور پر بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، نعوذ باللّٰہ! مثلاً: کہتے ہیں کہ "علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل" (میری امت کے علماء، بنی اسرئیل کے انبیاء کی مانند ہیں)، اس روایت کا معنی درست ہے، اور چونکہ روایت بالمعنی بالاتفاق جائز ہے، اس لیے گویا یہ بھی حدیث ہے، سبحان اللہ العظیم! حالانکہ کسی روایت کا مدعا صحیح ہونے اور اس کے مروی بالمعنی ہونے کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے، اس نکتے کی مزید وضاحت کے لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "لسان المیزان" اور سیوطی رحمہ اللہ کی "ذيل الموضوعات" دیکھیں۔ یہ اجماعی قاعدہ ہے کہ صرف اس بنا پر کسی بات کو حدیث نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حق وصواب ہے، بلکہ حدیث کہنے کے لیے دو شرطیں ہیں: ۱- بات کا حق ہونا۔ ۲- نسبت ثابت ہونا۔ علاوہ ازیں مذکورہ روایت کے بارے میں یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں کہ اس کا مدعی درست ہے، "ليس بحديث" (بزبان بنگلہ) نامی کتاب میں ہم نے اس کی مفصّل تحقیق ذکر کی ہے۔

۳ تیسرا بہانہ یہ گھڑلیا گیا ہے کہ فنی طور پر گو حدیث صحیح نہ ہو، لیکن کشف سے صحت معلوم ہو تو حدیث کو بیان کیا جاسکتا ہے، جب کہ یہ مسلّمہ اصول ہے کہ کشف والہام اور خواب ومنام، علمی وعملی امور میں حجت نہیں ہیں۔

۴ اس بات کا بھی سہارا لیا جاتا ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث قابلِ قبول ہے، اس لیے فضائل میں روایت کو جانچنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، بلکہ منکر یا موضوع سب روایتیں فضائل میں چل جاتی ہیں، حالانکہ فضائل میں جو ضعیف احادیث قابلِ قبول ہیں، ان سے موضوع، مطروح، واہی اور منکر المتن روایات بالاجماع مستثنیٰ ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ آج کل عوام صرف موضوع حدیثیں بیان ہی نہیں کرتے، بلکہ احادیث گھڑتے بھی ہیں، لیکن ان کو علم بھی نہیں ہوتا، اور لاشعوری طور پر وضع حدیث کے گناہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مثلاً: کسی بزرگ کی بات کو بے دھڑک حدیث بنا دیا، یا کوئی بھی بات اچھی لگی، تو کہہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ تساہل کا یہ عالم ہے

کہ بعض لوگ، موضوع روایتیں مزے لے کر بیان کرتے ہیں اور جب متوجہ کیا جائے تو سکون سے کہہ دیتے ہیں کہ: ’’ہمیں تو علم نہیں تھا کہ یہ روایت‘ موضوع ہے!!‘‘ گویا جس روایت کے موضوع ہونے کا علم نہ ہو، اسے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں! اسے کہتے ہیں: ’’عذرِ گناہ بدتر از گناہ‘‘۔ ایسے لوگوں سے ادب کے ساتھ کہا جائے کہ کیا آپ کو یہ علم ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، یا حسن ہے، یا قابل بیان ہے؟ اگر یہ بھی معلوم نہیں تو پھر کیوں بیان کر رہے ہیں؟ حدیث بیان کرنے کے لیے تو یہ ضروری ہے کہ اس کے صحیح، یا حسن، یا ضعیفِ صالح للعمل والروایۃ ہونے کا علم ہو، شریعت نے تو یہ اصول طے کیا ہے:

’’اتقوا الحديث عني إلا ما علمتم۔‘‘ (سنن الترمذي: كتاب التفسير، باب ما جاء في الذي يفسر القرآن برأيه۔ المسند للإمام أحمد، رقم الحديث: ٢٦٧٥، عن ابن عباس رضي الله عنه)

یعنی ’’میری نسبت سے جس بات کا حدیث ہونا معلوم ہو، صرف وہی بیان کرو۔‘‘

یہ بات درست نہیں کہ جس روایت کے موضوع ہونے کا علم نہ ہو، اسے بیان کر سکتے ہیں، اس طرح تو معاملہ بہت آسان ہو جائے گا، لوگوں کے جی میں جو کچھ آیا کہتے رہیں گے اور استفسار پر یہ کہہ دیں گے کہ ہمیں تو اس کے موضوع ہونے کا علم نہیں تھا۔ بہرحال یہ بھی ایک بہانہ ہے کہ مجھے اس روایت کے موضوع ہونے کا علم نہیں تھا، میں نے تو کسی کتاب میں پڑھی تھی، اس لیے بیان کر دی۔ اس بہانے کی بنیاد پر احادیث کے بیان میں تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔ ان حیلوں بہانوں پر مدلل اور باحوالہ نکیر ’’مركز الدعوة الإسلامية‘‘ (ڈھاکہ، بنگلہ دیش) سے ’’الأحاديث الشائعة الموضوعة‘‘ سے متعلق شائع شدہ اہم کتاب ’’ليس بحديث‘‘ (بزبانِ بنگلہ) کی ابتدا میں بندہ کے مقدمہ میں موجود ہے۔

۳- مختلف فیہا مسائل میں تفریط

مختلف فیہا مسائل کے میدان میں بھی علومِ حدیث کے اصولوں کو حزم واحتیاط اور بصیرت کے ساتھ منطبق کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن یہاں بھی عملاً یہ فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ علومِ حدیث کے اصولوں کو منطبق نہیں کرنا ہے، بہت کم لوگ مختلف فیہا مسائل میں سلیقے کے ساتھ دلائل بیان کرتے ہیں۔ عام طور پر پیشِ نظر یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی طریقے سے مخالف کا جواب دے دیا جائے، اگر وہ کسی اور طریقے سے ہو گیا تو بس کام ختم، اگر ضرورت پیش آ جائے تو علومِ حدیث کا بھی کوئی اصول بیان کر دیا جائے، لیکن مقصد بنا کر ان مباحث کا علمی حق ادا کرنے میں انتہائی تساہل برتا جاتا ہے، اور عمومی طرزِ عمل سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا بذاتِ خود ہمیں یہ علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی مخالفت کرے تو اسے خاموش کرنے کے لیے کچھ معلومات حاصل کر لینا کافی ہے۔

۴- درسِ کتبِ حدیث ومطالعہ شروحِ حدیث

علمی امور میں یہ سب سے بڑا عملی میدان ہے جس میں علومِ حدیث کو منطبق کرنا چاہیے، لیکن افسوس کہ اس طرف

کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اکثر طلبہ نے علی وجہ البصیرۃ فیصلہ کرلیا ہے کہ علومِ حدیث کو ہاتھ نہیں لگانا، گویا یہ شجرہ ممنوعہ ہے، إلا ما شاء اللّٰہ تعالی، کچھ طلبہ ضرور ایسے ہیں، جو اہتمام کرتے ہیں، اور ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے، اللّٰہ تعالیٰ ان کو مزید توفیق سے نوازے۔ عمومی طور پر صورتحال یہ ہے کہ چوں کہ ''مشکاۃ المصابیح'' کے بعد اگلے سال حدیث کی بہت سی کتابیں پڑھنی ہوتی ہیں، اس لیے ''مشکاۃ المصابیح'' کے درجہ میں ایک کتاب ''شرح النخبۃ'' (نزھۃ النظر في توضیح نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجر رحمہ اللّٰہ) پڑھ لیتے ہیں، لیکن کیا دورۂ حدیث کے پورے سال میں کبھی طالب علم کو ''شرح النخبۃ'' کھول کر دیکھنے کی نوبت آتی ہے؟! یہ نظریہ بن گیا ہے کہ علومِ حدیث ایک مستقل فن ہے، اسے حدیث سے الگ رکھنا چاہیے، اس کا اپنا مقام ہے، اور اسے ''شرح النخبۃ'' میں پڑھ لیا گیا ہے، بلکہ ''شرح النخبۃ'' پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، بس ''تیسیر مصطلح الحدیث'' اور اس طرح کی بعض کتابیں دیکھ لی جائیں تو علومِ حدیث کا حق ادا ہوجائے گا، ضرورت تو اس کی ویسے بھی کہیں نہیں پڑتی!! بعض طلبہ برکت کے لیے شروع سال میں کسی ''ثبت'' (مجموعۂ اسانید) سے ایک سند پڑھ دیتے ہیں کہ اس سے برکت حاصل ہوگئی، اس میں بھی نہ ناموں کے ضبط کی طرف توجہ، نہ تصحیحِ عبارت کی طرف التفات!

بہرکیف ان چاروں میدانوں میں علومِ حدیث کو منطبق کرنے کی ضرورت تھی، لیکن بزبانِ حال اور عملاً گویا یہ فیصلہ کرلیا گیا ہے کہ ہم نے ان علوم کو منطبق نہیں کرنا ہے، برکت کے لیے برائے نام گزر ہوجائے تو مضائقہ نہیں، اہتمام کے ساتھ حق ادا کرنے والے بہت کم ہیں، جن کے لیے پہلے بھی إلا ما شاء اللّٰہ کہہ کر استثناء کیا گیا ہے، کثّر اللّٰہ أمثالَھم!۔

⑤-منکرینِ حدیث اور مستشرقین کی تردید

علومِ حدیث کو منطبق کرنے کا پانچواں میدان' منکرینِ حدیث اور مستشرقین کے اعتراضات کی تردید ہے، بلکہ صرف علم حدیث نہیں، تاریخ، فقہ، سیرت، اور تمام علومِ دینیہ پر معاندین کی طرف سے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے صحیح رد کے لیے ''علم الإسناد'' میں مہارت ضروری ہے، ''علم الإسناد'' میں مہارت کے بغیر یہ عمل تقریباً ناممکن ہے۔ مستشرقین کے خلاف انہی اہلِ علم نے کام کیا ہے جن کو ''علم الإسناد'' میں دلچسپی رہی ہے، کوئی ایسا صاحبِ علم نہیں ملے گا جو علومِ حدیث میں دلچسپی نہ رکھتا ہو اور اس نے مستشرقین کے خلاف کوئی وقیع کام کیا ہو۔

علومِ حدیث کی تطبیق میں مظاہرِ افراط:

علومِ حدیث کے استعمال اور تطبیق میں افراط وتفریط کی وجوہ، کثیر اور متنوّع ہیں، پیش نظر مضمون میں ان سب وجوہ کا استقصا مقصود نہیں، بلکہ وجوہِ افراط وتفریط میں سے صرف انتہائی عام اور واضح وجوہ کا ذکر کیا جارہا ہے، ورنہ ان کی فہرست بہت طویل ہے، مثلاً: ''علمِ عللِ حدیث'' کے استعمال میں افراط وتفریط، ''علمِ جرح و تعدیل'' کے استعمال میں افراط وتفریط۔ ''کتبِ مصطلح'' کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ اور متقدمین کی

کتابوں کے ساتھ کیا صنیع ہونا چاہیے؟ ایسے بہت سے امور ہیں جن میں علومِ حدیث کی تطبیق کرنے والے افراط وتفریط کا شکار ہوتے ہیں، اس عنوان کے تحت ان سب وجوہ کا ذکر کرنا مقصود نہیں، بلکہ چند اہم وجوہ کا ذکر کیا جا رہا ہے:

اِفراط سے مراد ہے: حد سے آگے بڑھ جانا، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حدود رکھی ہیں: ''قد جعل اللّٰه لکل شيءٍ قدرا'' (اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک انداز مقرر رکھا ہے۔) اگر آپ نے ان حدود کا خیال نہ رکھا تو پھر آپ نے ان علوم کا وہ استعمال نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کا استعمال جائز تھا۔

۱ متواترات اور مسلّمات میں علومِ حدیث کی تطبیق

اِفراط کے بہت سے مظاہر ہیں، علومِ حدیث (یعنی عرفِ عام میں جن علوم وفنون کو ''علومِ حدیث'' کہا جاتا ہے، ان) کا اصل میدان ہے: ''نقد أخبار الأحاد التي حالُ أسانيدِها تحت النظر'' (یعنی ان اخبارِ آحاد کی چھان پھٹک کرنا، جن کی اسانید کا حال قابلِ غور ہے)۔ افراط کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ آدمی یہی اصل مقصد بھول جائے، اور اس اصل میدان کو نظر انداز اور فراموش کر کے نقدِ اخبارِ آحاد کے ان اصولوں کو متواترات، مسلّمات اور عملِ متوارث سے ثابت شدہ امور پر بھی منطبق کرنے کی کوشش کرے، اور یہ مطالبہ کرنے لگے کہ ان امور کی بھی خبرِ واحد کی مانند صحیح سند ہونی چاہیے، یہ افراط کا خطرناک مظہر ہے، اسی نکتے کو علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

> ''کان الإسناد لئلا یدخل في الدین ما لیس منه، لا لیخرج من الدین ما ثبت منه بعمل أهل الإسناد۔'' (یعني أهل العلم وحملته في العصور الذهبیة وفي الأمصار الإسلامیة)۔''
>
> ''اسناد کی غرض تو یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا امر داخل نہ ہو جو دین کا حصہ نہیں، یہ مقصد نہیں کہ خود اہلِ اسناد (سنہرے ادوار اور عہد میں مسلم ممالک کے اہلِ علم اور حاملینِ علمِ دین) کے عمل سے ثابت شدہ امر کو دین سے خارج کر دیا جائے۔''

(شاہ صاحبؒ کے اس ارشاد کی تفصیل کو سمجھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیے: فیض الباري، نیل الفرقدین، بسط الیدین، معارف السنن، التعلیقات الحافلة علی الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الکاملة، ص:۲۳۸، نیز شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ کی دراسة حدیثیة اور أثر الحدیث الشریف)

یعنی اسناد کا مقصد تو یہ تھا کہ جو چیز' دین کا حصہ نہیں ہے، اس کو دین میں داخل ہونے سے روکا جائے، جب کوئی شخص حدیث بیان کرے تو اس سے مطالبہ کیا جائے: من حدّثک؟ (آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟) اگر اس کے پاس ثبوت نہ ہوگا تو: بَقِيَ، یعنی: بَقِيَ حیرانًا، ساکتًا، مُفْحَمًا، مَبْهُوْتًا۔ (یعنی وہ حیران پریشان، خاموش اور مبہوت رہ جائے گا)۔

اسناد کا مقصد تو یہ تھا، جبکہ جو امور دین میں مسلّمہ ہیں، مشہور و مُتَلَقّٰی بالقبول ہیں اور ان پر اہلِ دین اور حاملینِ علمِ دین کا اجماع و توارث ہے، ان کے لیے اس نوع کی سند کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ ایسے امور میں اجماع و تلقی ہی سب سے بڑی سند ہے۔ اب اگر کوئی ایسے امور کی سند تلاش کرنے لگے اور جب (اصطلاحی) سند نہ ملے تو اس کا انکار کرنے لگے تو یہ علومِ حدیث کا ان کی حدود سے خارج اور ناجائز استعمال ہوگا۔

ہر دور کے حاملینِ علم کے اعتقادی توارث سے جو عقائد ثابت ہیں، ہر دور کے حاملینِ علم کے فکری توارث سے جو افکار ثابت ہیں، اور ہر دور کے اہلِ علم کے اجماع سے جو مسائل اور احکام ثابت ہیں، ان کے لیے اصطلاحی اسناد کی ضرورت نہیں، اب اگر کوئی علومِ حدیث کے اصول (جن کا مقصد، نقدِ اخبارِ آحاد ہے، ان) کو اِن مسلّمہ امور پر بھی منطبق کرنا شروع کردے گا تو یہ ان اصولوں کی حدود سے تجاوز ہوگا۔

الغرض علومِ حدیث کے وہ قواعد، جو خبر واحد کی جانچ پڑتال کے لیے وضع کیے گئے تھے، ان کو مسلّمات، اجماعیات، متواترات اور متوارثات میں استعمال کرنا بڑا خطرناک معاملہ اور نہایت غلو ہے؛ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو عین ممکن ہے کہ ایسے مسلّمات میں کوئی اصطلاحی سند نہ مل سکے؛ کیونکہ اجماع منعقد ہونے کے بعد اُن کے نقلی دلائل (جو اخبارِ آحاد کی شکل میں تھے، ان) کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا گیا؛ اس لیے کہ اجماع خود دلیل ہے، نیز سنتِ متوارثہ، سنتِ خلفائے راشدینؓ، اور توارث و تواترِ مستمر از خیر القرون بذاتِ خود مستقل دلائل ہیں؛ اس بنا پر ان امور کے متعلق الگ طور پر حدّثنا اور أخبرنا کے ساتھ مروی کوئی روایت اگر موجود بھی تھی تو اس کی حفاظت کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا؛ کیونکہ اس سے بڑی دلیل یعنی اجماع موجود ہے، اس لیے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مسئلہ تو اجماعی ہوتا ہے، لیکن اس پر کوئی حدیث نہیں ملتی، یا حدیث مل تو جاتی ہے، لیکن صحیح سند کے ساتھ نہیں ملتی، تو جن لوگوں میں حکمت و فقہ کی کمی ہوتی ہے، اور جو علومِ حدیث کا غلط استعمال کرتے ہیں، وہ اس مسئلہ کا ہی انکار کر دیتے ہیں، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کی دلیل کے طور پر کوئی صحیح حدیث نہیں ہے! علومِ حدیث کو اس طریقے سے استعمال کرنا بہت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

اس غلط استعمال اور اس افراط میں جو حضرات پیش پیش ہیں، ان میں طبقہ علماء میں سب سے آگے شیخ ناصر الدین البانیؒ ہیں، شیخ کی علمی تقصیرات میں سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ انہوں نے علومِ حدیث کو اپنے دائرے سے باہر غیر محل میں استعمال کیا ہے، چنانچہ کئی مسائل میں ان کے ہاں جمہور امت سے شذوذ آ گیا ہے، مثلاً: شیخ البانی کے ہاں آپ کو یہ غلط اور منکر مسئلہ مل جائے گا کہ بلا وضو مصحف کو چھونا جائز ہے، ایسی بے تکی بات بھی مل جائے گی کہ کوئی شخص نماز چھوڑ دے تو اس کی قضا کی ضرورت نہیں۔ ان مسائل میں یا اس نوع کے دیگر مسائل میں ان سے شذوذ واقع ہونے کی وجہ یا تو علومِ حدیث کی غلط تطبیق ہے، یا علمِ اصولِ فقہ کے قواعد کا غلط استعمال ہے۔ اس نوع کے مزید غلط مظاہر کا مشاہدہ کرنے کے لیے ان کی ''کتاب التراویح'' اور ''کتاب الحجاب'' کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

شیخ البانی کی ''کتاب الحجاب'' پر ایک نظر:

معلوم نہیں کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب 'حجاب کو ثابت کرنے کے لیے لکھی ہے، یا اس حکم کو پامال کرنے کے لیے؟! انہوں نے اس کتاب میں لکھا ہے کہ چہرے کا پردہ ثابت نہیں، حالانکہ اصل پردہ تو ہے ہی چہرے کا، حجاب کا حکم تو سنہ پانچ ہجری میں نازل ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے ستر کا حکم تھا یا نہیں؟! یقیناً تھا، تو پھر حجاب کا کیا نیا حکم آیا؟ یا پھر یہ تسلیم کیا جائے کہ حجاب کے حکم سے پہلے خواتین، ستر کو چھپانے کا اہتمام نہیں کرتی تھیں؟!.

شیخ البانی کی کتاب کا سرسری مطالعہ کرنے والے تو کہیں گے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے سب ٹھیک ہے، بہت سی ایسی کتابوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے جن میں چہرے کے پردے کو فتنے کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے، اور کئی ایسی کتابوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے جن میں ''إلا ما ظهر'' کی تفسیر میں ''الوجه والكفين'' کا ذکر کیا گیا ہے، پھر شیخ البانی نے کیا برا کیا؟!

تفقُّہ اور تأنّی کی کمی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے، علم کے لیے تفقُّہ اور تأنّی کی ضرورت ہے، اگر تفقہ، حلم اور تأنّی کا استعمال کیا جائے تو سب واضح ہو جاتا ہے۔ تفقُّہ کا استعمال نہیں ہوگا تو یہی نتیجہ ہوگا کہ بہت سے متفق علیہا مسائل کو اختلافی بنا دیا جائے گا، مثلاً:

(۱) کچھ لوگ کہیں گے کہ معراج کا مسئلہ بھی اختلافی ہے؛ کیوں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''ما فُقِد جسدُ محمد صلى الله عليه وسلم في ليلة الإسراء'' (اسراء کی رات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مبارک (اپنے بستر سے) غائب نہیں ہوا) یہ جملہ کہیں عربی میں لکھا ہوا دیکھا تو بس اتنا کافی سمجھ لیا جائے گا۔ اس جملے کا ماخذ کیا ہے؟ اس کی متصل سند موجود ہے یا نہیں؟ اور اس کی نسبت ثابت ہے یا نہیں؟ ان لوگوں کے نزدیک ان جہتوں کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ہوگی!

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ معراج کو خواب کہتے تھے۔ جو لوگ تفقُّہ کو کام میں نہیں لائیں گے وہ اس مسئلہ کے بارے میں بھی کہیں گے کہ واقعۂ معراج کے متعلق تو دورِ صحابہؓ میں ہی اختلاف ہو گیا تھا، حالانکہ تحقیقی بات یہ ہے کہ ان حضرات کی طرف ان روایات کی نسبت ہی درست نہیں ہے۔

حلم اور تأنّی نہ ہو تو تحقیق کا عمل انجام نہیں دیا جا سکتا، اور ''المشي مع الشائعات'' (یعنی عام پھیلی ہوئی باتوں کے پیچھے چلنا) تحقیق کے موانع میں سے بڑا مانع ہے۔ شائعات کو مسلّمات پر قیاس کرنا درست نہیں، شائعات میں تو توقف کرنا چاہیے، انہیں جانچنا پرکھنا چاہیے، اور ان کا ماخذ تلاش کرنا چاہیے۔ اگر کوئی سراغ مل جائے تو اس کے سیاق وسباق کو غور سے دیکھنا چاہیے، اور مظان وغیر مظان میں اس کی تفصیل دیکھنی چاہیے۔

ایک مضمون پر تبصرہ:

کچھ عرصہ قبل ایک بنگلہ اخبار میں مضمون چھپا، جس کا عنوان یوں تھا: ''قرآن کے پردے کو برقع میں کس نے تبدیل کیا؟'' اس میں چہرے کے پردے کا انکار کیا گیا تھا، اور طرح طرح کی خرافات ذکر کی گئی تھیں، اور اس کا مواد شیخ البانی کی مذکورہ کتاب سے لیا گیا تھا (غالباً شیخ البانی کی اس کتاب کا انگریزی یا بنگلہ میں ترجمہ ہوا ہے)، یہ بہت لمبا چوڑا مضمون ہے، کوئی پڑھے گا تو متاثر ہوجائے گا؛ کیونکہ اس میں مختلف کتابوں کے حوالے ہیں، تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کے حوالے ہیں، اور اگر آپ ان حوالوں کی مراجعت کریں گے تو نظر آئے گا کہ وہ حوالے تو ان کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''إلا ماظهر'' کی تفسیر میں ''الوجه والكفين'' کہا ہے، اب آپ اس کے جواب میں کہیں گے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دوسری تفسیر منقول ہے، تو گویا یہ مسئلہ دورِ صحابہؓ میں مختلف فیہا ہوگیا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہی حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ چہرے کا پردہ واجب ہے۔ ہمارے مرکز کے ساتھی مولانا زکریا عبداللہ نے اس مضمون پر تبصرہ لکھا ہے، وہ پڑھ کر دیکھیں گے تو حقیقت واضح ہوگی۔ آدمی اگر صبر سے کام لے اور تلاشِ حقیقت کے لیے جستجو جاری رکھے تو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ بے صبری اور تحقیق کا ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے، بغیر صبر کے مواد بھی جمع نہیں کیا جاسکتا، جبکہ مواد جمع کرنے کے بعد بھی تحقیق کے کتنے دقیق مراحل ہیں؟!

''الوجه والكفين''، ''زينة'' کی تفسیر ہے یا ''إِلَّا مَا ظَهَرَ'' کی؟

ایک دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا سے جو تفسیر منقول ہے کہ انہوں نے ''وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کی تفسیر میں فرمایا: ''الوجه والكفين'' سوال یہ ہے کہ یہ تفسیر ''زينة'' کی ہے یا ''اِلَّا مَا ظَهَرَ'' کی؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مقام میں لکھا ہے کہ: ''یہ احتمال بھی ہے کہ یہ تفسیر ''زينة'' کی ہو'' (۵۳۸/۴) اب اگر آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ یہ ''اِلَّا مَا ظَهَرَ'' کی تفسیر ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟ یہ ''زِيْنَتَهُنَّ'' کی تفسیر کیوں نہیں ہوسکتی؟ کون سے قوی قرینہ کی بنا پر آپ اسے ''اِلَّا مَا ظَهَرَ'' کی تفسیر کہہ رہے ہیں؟ کیا کہیں یوں آیا ہے: ''المراد بما ظهر منها: الوجه والكفين''؟! کوئی ایک عبارت دکھادیں! نہیں دکھا سکتے۔ روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے آیت ''وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' پڑھ کر فرمایا: ''الوجه والكفين''۔ اب اکثر لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ مراد ''مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' کا مصداق بتانا ہے، اس طرف خیال نہ گیا کہ اس سے ''زينة'' کی تفسیر بھی تو مراد ہوسکتی ہے۔ بہر حال یہ بتایا جائے کہ یہ ''زينة'' کی تفسیر کیوں نہیں ہوسکتی؟ اس کی دلیل بتائیں، ورنہ جب ایک جہت کی ترجیح نہیں ہوسکتی تو اس سے استدلال نہ کریں؛

کیونکہ ''إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال'' (جب احتمال کا دروازہ کھل گیا تو استدلال باطل ہوگیا) اور اگر ترجیح دینی ہے تو اس کی تصریح یا وجہ ترجیح دکھائیں۔

شیخ البانیؒ کا تسامح:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کے لیے جو حوالے دیے ہیں، ان میں ایک حوالہ ''مصنف ابن أبي شيبة'' کا بھی ہے، جب ''مصنّف'' کی مراجعت کی گئی تو وہاں روایت اس طرح ملی: ''وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ، قال: الكف ورقعة الوجه۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ، ۳/ ۳۸۴)''إلى أخره'' بھی نہیں ہے۔ بظاہر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کو اس مقام میں یہ روایت مستحضر نہیں تھی، ورنہ وہ ضرور اس سے استدلال کرتے۔ مولانا زکریا عبداللہ سلمہ المولی الکریم نے اپنے مقالے میں اس روایت کا ذکر کیا ہے، اور اس کی روشنی میں بات واضح ہے کہ جس ''زینت'' کو ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس میں چہرہ اور ہتھیلیاں داخل ہیں۔ اب حجاب کے بعد بھی اگر جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہوجائے، مثلاً: نقاب ہٹ جائے، یا پیر کی جانب سے کپڑا ہٹ جائے اور زیور ظاہر ہوجائے تو وہ معاف ہے۔ اسی کو فرمایا: ''إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا''۔ اس کے علاوہ اس بات پر بہت سے قرائن ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ عورت، چہرہ کھلا رکھے۔ ویسے بھی سوچنے کی بات ہے کہ چہرہ کھلا رہے تو پردہ کس چیز کا نام ہے؟! معمولی عقل بھی استعمال کی جائے تو بات سمجھ آسکتی ہے۔

شیخ البانیؒ کو ''مصنف ابن أبي شيبة'' کا حوالہ نہیں دینا چاہیے تھا؛ کیوں کہ اس روایت میں ان کی دلیل نہیں ہے؛ بلکہ یہ روایت ان کے خلاف جاتی ہے، اور جب حوالہ دیا ہے تو وضاحت کرنی چاہیے تھی کہ وہاں روایت کے الفاظ اس انداز سے آئے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

مذکورہ تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ علومِ حدیث کا ایک غلط استعمال وطریقۂ تطبیق تو یہ ہے کہ اس میں تفقُّہ حاصل کیے بغیر قواعد کا سطحی استعمال کیا جائے، لیکن اس مقام میں یہ نکتہ زیرِ بحث نہیں ہے، بلکہ یہاں عمومی افراط وتفریط زیرِ بحث ہے، یعنی عرفِ عام میں جن علوم کو ''علومِ حدیث'' کہا جاتا ہے، ان کا غیر موضوع لہ میں استعمال؛ کیونکہ ان علوم کا موضوع، اخبارِ آحاد کا نقد ہے، اگر اِجماعیات، مسلّمات اور متوارثات میں ان کا استعمال شروع کیا گیا تو یہ افراط کا خطرناک ترین مظہر ہوگا۔ **(باقی آئندہ)**

مقالات ومضامین

کرپٹوکرنسی سُود کی شکل کیسے ہے؟

جناب ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی

بیشتر اہلِ علم اور برصغیر پاک وہند بشمول دیگر اسلامی ممالک کے جیّد مفتیانِ کرام اور مستند دارالافتاء کا کرپٹوکرنسی کے بارے میں بہت ہی واضح موقف ہے اور جمہور علمائے کرام کرپٹوکرنسی کو ناجائز بتلاتے ہیں۔ ان مدارس اور مستند دارالافتاء میں اُم المدارس دارالعلوم دیوبند انڈیا، دارالعلوم وقف دیوبند انڈیا، جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ خلفاء راشدین ماری پور کراچی، جامعہ دارالعلوم رحمانیہ کراچی، جامعہ مدینہ جدید رائیونڈ، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، دارالافتاء وتحقیق مسجد ابوبکر صدیق ڈیفنس کراچی، دارالافتاء ربانیہ کوئٹہ، جامعہ اشرف المدارس کراچی وغیرہ سرفہرست ہیں۔

ان میں سے کئی فتویٰ میں کرپٹوکرنسی کو ناجائز بتلانے کی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ”کرپٹوکرنسی سود کی شکل ہے“۔ چونکہ کرپٹوکرنسی کے حامی حضرات نے بڑے شدّومد سے یہ بات پھیلائی ہے کہ کرپٹوکرنسی میں سرمایہ کاری کرنا ایک کاروبار کی طرح ہے لہٰذا عام قارئین اور نوجوانوں کے ذہن میں بات آتی ہے کہ کیسے کرپٹوکرنسی سود کی شکل ہے؟ اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے ہم سود کی ممانعت اور بنیادی تعریف کی یاددہانی کر لیتے ہیں۔

سود (رِبا) اسلام میں قطعی طور پر حرام ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مؤمن ہو تو سود کا جو حصہ بھی (کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ اور اگر تم (سود سے) توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۸-۲۷۹، آسان ترجمہ قرآن از حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

نیز احادیثِ مبارکہ میں سود خوری اور اس میں کسی قسم کی معاونت کرنے والے کو بھی ایک بڑا مجرم بتایا گیا ہے:

”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے، اور سودی تحریر یا حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ

سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں" (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مسئلہ سُود، صفحہ ۷۰، مکتبہ معارف القرآن کراچی)۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سود میں ستر گناہ ہیں، سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے، جیسے مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔" (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مسئلہ سُود، صفحہ ۷۴، مکتبہ معارف القرآن کراچی)۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ رِبا کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"رِبا" کے معنی لغت کے اعتبار سے زیاتی، بڑھوتری، بلندی کے آتے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں ایسی زیاتی کو "رِبا" کہتے ہیں جو بغیر کسی مالی معاوضہ کے حاصل کی جائے۔ اس میں وہ زیاتی بھی داخل ہے جو روپیہ کو ادھار دینے پر حاصل کی جائے، کیونکہ مال کے معاوضے میں تو رأس المال پورا مل جاتا ہے، جو زیاتی بنام "سود" یا "انٹرسٹ" لی جاتی ہے وہ بے معاوضہ ہے اور بیع وشراء کی وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہیں جن میں کوئی زیاتی بلا معاوضہ حاصل کی جائے۔ (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مسئلہ سُود، صفحہ ۱۷، مکتبہ معارف القرآن کراچی)۔

قارئین اب اس سوال کو سمجھنے کی طرف آتے ہیں کہ کیوں حضرات مفتیانِ کرام کرپٹوکرنسی کو سود کی شکل کہتے ہیں؟ دیکھئے، روایتی بینک منافع کے نام پر جو کچھ دیتے ہیں شرعاً وہ سود کے حکم میں ہے اور سود لینا، دینا دونوں ناجائز اور حرام ہے۔ کرپٹوکرنسی کے تناظر میں بھی تو یہی کچھ ہو رہا ہے۔ کوئی شخص اولاً پاکستانی روپے، امریکی ڈالر یا یورو کے عوض کرپٹوکرنسی خریدتا ہے، پھر کچھ عرصے بعد جب کرپٹوکرنسی کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو اس کو بیچ کر زیادہ پیسے حاصل کر لیتا ہے، بس یہی تو سود ہے۔ اس کو مثال سے سمجھتے ہیں۔

زید ایک کرپٹوکرنسی والٹ انسٹال کرتا ہے اور پھر ایک لاکھ پاکستانی روپے کے عوض کرپٹوکرنسی خرید لیتا ہے۔ اب چونکہ کرپٹوکرنسی کوئی مال، کوئی قرض، کوئی خدمت، کوئی حق، اور کوئی اثاثہ نہیں ہے جو بیچا جا رہا ہے لہذا کھاتے میں زید کے نام کے آگے کرپٹوکرنسی کے فرضی نمبروں کا اندراج ہو گیا۔ اب مارکیٹ میں لوگوں نے مصنوعی طور پر کرپٹوکرنسی کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کیا، سٹے بازی کی، جس کی وجہ سے کرپٹوکرنسی کی قیمت میں مصنوعی اضافہ ہو گیا۔ پھر زید نے اس کرپٹوکرنسی کو کرپٹوکرنسی ایکسچینج کے ذریعے تبادلہ کروالیا اور اب اسے کرپٹوکرنسی کی قیمت بڑھنے کی وجہ سے دو لاکھ پاکستانی روپے واپس مل گئے۔ یعنی ایک لاکھ سرمایہ کاری کرنے پر کچھ عرصے بعد دو لاکھ پاکستانی روپے مل گئے، یعنی ایک لاکھ پاکستانی روپے کا اضافہ ہوا اور اسطرح "کرپٹوکرنسی سود کی شکل" قرار پائی۔

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ کرپٹوکرنسی کھاتے میں محض فرضی نمبروں کا اندراج ہے۔ کرپٹوکرنسی کی سِکّوں یا

بینک نوٹوں کی طرح کوئی حِسّی نمائندگی نہیں ہوتی ہے، نیز بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود نہیں ہوتے۔ دیکھئے شرعی طور پر خرید وفروخت کیلئے "مبیع" یعنی بیچی جانے والی چیز وجود میں آچکنا ضروری ہے۔ یہاں کرپٹوکرنسی میں سرے سے کوئی مبیع موجود ہی نہیں۔ یعنی ایک "بلیک باکس" ہے، آپ اس میں پیسے ڈالتے ہیں اور پھر زیادہ حاصل کر لیتے ہیں اور کرپٹوکرنسی کے تناظر میں بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے یعنی کوئی مال، کوئی قرض، کوئی خدمت، کوئی حق، اور کوئی اثاثہ نہیں ہے جو بیچا جا رہا ہے۔ نتیجتاً، ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے کرپٹوکرنسی میں "مبیع" سمجھا جاسکے اور یہ وہی بات ہے جو کہ بٹ کوائن کرپٹوکرنسی کے مُوجِد ساتوشی ناکاموٹو میں بٹ کوائن کے وائٹ پیپر میں درج کی ہے۔

کوئی یہ اشکال کرسکتا ہے کہ فاریکس ٹریڈنگ (حقیقی کرنسی کی آن لائن تجارت) میں بھی تو ہم کرنسیوں کی خرید وفروخت سے نفع کماتے ہیں، پھر کرپٹوکرنسی ٹریڈنگ اور فاریکس ٹریڈنگ میں کیا فرق ہے؟ دیکھئے فاریکس ٹریڈنگ سے متعلق اُم المدارس دارالعلوم دیوبند انڈیا کا یہ فتویٰ ہے:

مروجہ فاریکس ٹریڈنگ (کرنسی کی آن لائن تجارت) اور کیموڈیٹی ٹریڈنگ (سونا چاندی اور دیگر اشیاء واجناس کی آن لائن تجارت) مختلف وجوہات مثلاً: مبیع قبل القبض اور بعض صورتوں میں مبیع معدوم ہونے کی بناء پر ناجائز ہے۔ (تجویز فقہی سیمینار، ادارۃ المباحث الفقہیہ، منعقدہ: ۱۰/ ۱۲/ جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ) لہٰذا اس طریقے سے حاصل شدہ آمدنی ناجائز ہے (فتویٰ دارالعلوم دیوبند ویب سائٹ 159-674/ H=7/ 1438)۔

جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی فاریکس ٹریڈنگ سے متعلق یہ فتویٰ ہے:

"" فاریکس ٹریڈنگ'' کے اس وقت جتنے طریقے رائج ہیں وہ شرعی اصولوں کی مکمل رعایت نہ ہونے اور شرعی سقم کی موجودگی کی وجہ سے ناجائز ہیں"۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ فاریکس بازاروں کے اکثر طریقوں میں محظورات شرعیہ موجود ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر فوریکس بازار سے شرعاً معاملہ کرنا درست نہیں ہے (حوالہ: اسلام کا نظامِ خرید وفروخت، ترجمہ فقہ البیوع، جلد دوم، صفحہ ۱۸۱ - ۱۸۳، دارالاشاعت، کراچی)۔

جب ہم کرپٹوکرنسی کی ماہیت وحقیقت پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کرپٹوکرنسی کی تجارت فاریکس ٹریڈنگ سے بھی بدتر ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فاریکس ٹریڈنگ میں حقیقی کاغذی کرنسی کی نوٹ جیسے ڈالر، یورو وغیرہ جو کہ کسی درجے میں موجود ہوتے ہیں، ان کی بیع قبل القبض و دیگر محظورات شرعیہ ہونے کی وجہ سے مفتیانِ کرام ناجائز قرار دے رہے ہیں اور یہی حال کموڈتی ٹریڈنگ کا بھی ہے، جبکہ اس کے برعکس، کرپٹوکرنسی میں تو کچھ موجود ہی نہیں، یعنی کرپٹوکرنسی حسّی طور موجود نہیں، نہ ہی کرپٹوکرنسی کے ذریعے سِکّوں یا بینک نوٹوں کی طرح کوئی حِسّی نمائندگی ہوتی ہے،، نہ کرپٹوکرنسی میں مبیع موجود ہے اور نہ ہی ڈیجیٹل طور پر کرپٹوکرنسی کا کوئی وجود ہے۔ لہٰذا کرپٹوکرنسی بَدَرجۂ اَتم

شریعت کے قوانین کی خلاف ورزی کر رہی ہے اور مفتیانِ کرام کے مطابق سود اور جوے کی شکل ہے۔

دیکھئے، بنیادی بات یہ ہے کہ پیسے کی سامان کی طرح تجارت نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، سود پر تاریخی فیصلہ، صفحہ ۹۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک غلط تَصوُّر جس پر تمام سودی نظریات کی بنیاد ہے، وہ یہ کہ نقدی کو سامان (جنس) کا درجہ دے دیا گیا ہے"۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا زر سے متعلق تجزیہ نقل کرتے ہیں کہ:

"جس شخص نے زر ہی کو خریدنا بیچنا شروع کر دیا تو اس نے اس کی تخلیق کی حکمت کے بالکل برخلاف اسے بذات خود مقصود اور مالِ تجارت بنا لیا۔ اگر زر کی خرید وفروخت اور اس کی براہ راست تجارت کی اجازت دے دی جائے تو زر اصل مقصد ٹھہرے گا اور اسی قسم کی بندش کا شکار ہو جائے گا جیسے زر کی ذخیرہ اندوزی سے پیدا ہو سکتی ہے۔" (حوالہ: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، فقہی مقالات، جلد ۵، صفحہ ۳۵، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی)۔

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

"سود کے حرام ہونے کی ایک فلسفیانہ وجہ یہ بھی ہے، اس لئے کہ سود، چاہے وہ استعمالی قرضوں پر لیا دیا جائے، یا تجارتی قرضوں پر، اُس کے معاملات درحقیقت زر کی تجارت ہی کی ایک شکل ہے۔ اس میں کسی حقیقی جنس کی خرید وفروخت نہیں ہوتی، سود محض زر کو قرض پر دینے کے عوض وصول کیا جاتا ہے، جس کی ممانعت پوری شدت کے ساتھ اکثر آسمانی کتابوں میں بالعموم آئی ہے اور قرآن کریم میں بالخصوص۔" (حوالہ: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، فقہی مقالات، جلد ۵، صفحہ ۳۷، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی)۔

آخر میں ہم اُن چند کرپٹو کرنسی کے حامی صاحبانِ علم جو کرپٹو کرنسی کے جواز کے قائل ہیں اور کرپٹو کرنسی کی نشر واشاعت اور جواز کی پُرزور تحریک چلا رہے، ان کی خدمت میں دَست بَستہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ جمہور علمائے کرام، جیّد مفتیانِ کرام اور مستند دارالافتاء کے واضح موقف کی موجودگی میں کرپٹو کرنسی کی حمایت نہ کریں کیونکہ اُن کو ناقص سائنسی معلومات فراہم کی گئی ہیں لہٰذا وہ کرپٹو کرنسی سے متعلق اپنی جواز کی رائے سے رجوع کریں اور عوام الناس میں بڑے واضح انداز میں کرپٹو کرنسی کو ناجائز قرار دے کر بارگاہ الٰہی میں کامیاب ہوں۔

نوٹ: راقم نے یہ ساری باتیں علمائے کرام سے رہنمائی لے کر، ان کی تحریرات کو پڑھ کر اور علمائے کرام کے فتویٰ دیکھ کر لکھی ہیں، اور حوالہ جات بھی فراہم کر دیئے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اہلِ علم مناسب سمجھیں اور اگر کسی اہلِ علم کو ان باتوں میں کوئی اشکال ہو تو مُدَلّل طریقے سے میری رہنمائی کر دیجئے، حوالہ دے دیں تو میں اپنی غلطی کی اصلاح کر لوں گا ان شاء اللہ!۔

شخصیت

عظیم محقق، مفسر ومحدّث ''انورِ زماں''

حضرت مولانا محمد اَنور بدخشانی نوّر اللہ مرقدہ

(قسط دوم)

صاحبزادہ مولانا طلحہ رحمانی

حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحبؒ کی کراچی آمد 1969ء میں ہوئی اور آپ نے عالم اسلام کی عظیم دینی و علمی، تربیتی وفکری درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن (سابقہ نام: مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن) میں درجہ سابعہ میں داخلہ لیا۔ اللہ نے اس مرکز علم وعرفاں کو اس کے مختصر قیام کے بعد سے کرشماتی قبولیت سے نوازا تھا جو یقیناً اس کے بانی، علوم اَنوری کے امین، محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے اخلاص وللّٰہیت کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اور جب حضرت بدخشانی رحمہ اللہ اس ادارہ میں آئے تو اس وقت اس ادارہ کے قیام کو محض پندرہ سولہ برس کی قلیل مدت ہوئی تھی۔ اس کم وقت میں پاکستان سمیت بیرون ممالک میں اس کے فیضان کا شہرہ ہونا قطعاً معمولی نہیں تھا۔ پھر وہ ایسا وقت تھا کہ تقسیم ہند کو بھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا، کیونکہ تقسیم کے بعد برصغیر کے جہاں بڑے بڑے مراکز ہندوستان میں تھے تو علم وعمل کی کئی گوہر نایاب ہستیاں پاکستان ہجرت کرچکی تھیں اور علم ومعرفت کی ان ہستیوں نے یہاں کئی اداروں کی بنیاد رکھ دی تھی لیکن سب ہی ارتقائی عمل سے گزر رہے تھے۔ ان تمام احوال کو ذہن میں رکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ جو عنداللہ قبولیت اور عندالناس مقبولیت ''گلشن بنوری'' کو حاصل ہوئی وہ بہت کم اداروں کے نصیب میں آئی۔ پھر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اپنے اس گلشن کو جن مخلص ونابغہ روزگار ہستیوں سے سجایا وہ بھی اس ادارہ کا ہی خاصہ رہا۔ ایک ایک ہستی علم وعمل کا کوہ گراں، علوم ومعارف کا خزینہ، اخلاص وتقوی شعاری کی مثالی ایسی نایاب شخصیات جن کا علمی مقام ومرتبہ بحر بیکراں کی مانند تھا۔۔۔۔ بہرحال اس سے حضرت بنوریؒ کی دور اندیش فکری وتعمیری سوچوں کا بھی قدرے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس زمانہ میں جب معلومات کی دنیا بظاہر کئی سہولیات سے عاری تھی۔ صاف ستھرے ماحول میں شیشہ کی مانند صاف دل علم دین کی دنیا سے وابستہ تھے کہ جن کی زندگیوں کا مقصد ہی محض دین کو سمجھنا سمجھانا اور پھر آنے والی نسلوں کی دینی وشرعی رہنمائی کے لیے افراد سازی کا مخلصانہ جذبہ رکھنا تھا۔

فکر ونظر کا یہی موجزن جذبہ لیکر ایک ''غریب الدیار'' شخص بے سروسامانی کے عالم میں فقط دو جوڑے کپڑوں کے ساتھ حصول علم کی معراج کیلئے سیکڑوں میل کا سفر طے کر کے آیا۔ قدرت نے بھی ایسی باکمال صفات سے متصف بندوں کو پچاس نہیں ستر برس قبل منتخب کر لیا تھا جس کا علم ہم جیسے لاکھوں کو بھی ان کی علمی و تدریسی بلندی کا اندازہ نصف صدی کے بعد ہوا۔ اگر حصول علم کی ایسی شدید تڑپ نہ ہوتی تو وہ ''غریب الدیار'' شخص اپنے وطن اصلی بدخشان جا کر ایک بہترین اور پرآسائش زندگی گزار سکتا تھا۔ زندگی کی تقریباً تمام ضروریات سے رب تعالیٰ نے ان کے گھرانے کو نوازا ہوا تھا۔

ہمارے وہ محبوب حضرت بدخشانی رحمہ اللہ کو تکوینی طور پر ایسے ''مربی" ملے کہ جنہوں نے ان کو بائیس تیئس برسوں کی مشقتوں، آزمائشوں سے لبریز سفر علم میں ایک پڑاؤ پر پہنچا دیا۔ گویا جیسے برسوں سے علوم وفنون کے پیاسے کو سیرابی کا ذریعہ مل گیا ہو۔ شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی جا کر ہفتوں، مہینوں نہیں بلکہ سالوں علوم وفنون کی وسیع دنیا میں ایسے گم ہو کر رہ گئے کہ اپنا سب کچھ گنوا دیا تھا۔ اپنا پیارا گھر اور اس گھر میں بسے محبتوں سے سرشار والدین، بھائی بہن سب ہی کو تو بھول گئے۔ قدردانی کرنے والے علماء و حفاظ کے خاندان والوں کو بھی دین و علم کی خاطر بھلا دیا۔ انسانی فطرت کے روز وشب کے بارے میں سوچیں تو اتنے برسوں کے کون کون سے مواقع نہیں آئے ہونگے جب اپنے پیاروں کی یادوں سے ''ان'' کا دل چھلنی نہ ہوا ہو۔ وہ مواقع خوشی کے ہوں یا غم کے؛ لیکن علم دین کا وہ پیاسا اپنی سیرابی کے حصول میں کتنی داستان الم اپنے نہاں خانہ میں جذب کئے دھائیوں سے بیٹھا رہا۔ رسم دنیا کو نبھاتے ہوئے زیر لب مسکراہٹ بھی چہرے پر سجائے رکھی، ہر بدلتے دِن اور گزرتے ایام میں نہ جانے کن فکروں اور سوچوں کے گرداب میں رہے ہوں گے؟! یقیناً انہوں نے اپنی پوری زندگی دین و علم کے لئے جس صبر وضبط کے ساتھ گزاری اور اپنی کتنی ہی اَن گنت خوشیوں کو دل میں ہی دبا کر قربانیوں کی لازوال مثالیں قائم کیں، میں ان کی ساری زندگی کے احوال کو قریب سے جانتا ہوں۔ اب یہ سب لکھتے ہوئے یہ بھی سوچتا ہوں کہ کبھی اپنی خوشی اور غم کا اظہار تک کرتے ان کو نہیں دیکھا؛ اور آج ساری دنیا اس شخص کی فرقت پر نوحہ کناں ہیں۔

برادرم عمر انور بدخشانی سلمہ نے بتایا کہ ''ابو کو دو تین مواقع پر شدت غم سے روتے ہوئے دیکھا جس میں نوے سے قبل کی دھائی میں جب اطلاع آئی کہ ان کے والد ماجد مرزا محمد انتقال کر گئے......اور دوسرا موقع جب حضرت ؒ کی اہلیہ محترمہ کی 2005ء میں رحلت ہوئی''۔

بہر حال! اس تعلیمی سفر کے اس آخری پڑاؤ پر علوم وفنون کے خزانوں سے لدے ہوئے اپنے شیخ و مربی حضرت بنوریؒ کی آغوش میں آ گئے، جہاں ان کے محبوب ترین محسن اساتذہ نے ان کے بہتے دریا کو سمندر بنا دیا۔ اپنے نام کی

تاثیر کی مانند چمک کر ایسے کندن بنے کہ اکناف عالم میں اپنی نورانی شعاعیں بکھیر دیں۔اپنے مادرِعلمی کی آغوش میں آئے تو جیسے ایک پیاسے کو سکون وطمانیت کا احساس مل گیا،اور جیسے برسوں تھکا دینے والے سفر نے ایک مسافر کو آسودہ کر دیا۔حقیقت ہے کہ آج اپنے لاکھوں فیض یافتہ لوگوں کیلئے وہ کوہ نور کی مانند انمول ونایاب بن گئے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ اوران کے گلشن سے وابستہ فراست وبصیرت ساز ان ہستیوں نے ''انور'' نام کے اس شخص کو اس کے معنیٰ کی مانند اس کے فیضان سے ایسا چمکایا کہ دُور دُور تک ان منور کرنوں کی نصف صدی سے زائد عرصہ تک تابانی پھیلتی گئی۔یہاں کراچی میں آکر حضرت بدخشانیؒ جیسے ہیرے کو تراشنے کیلئے سات ہستیاں ملیں۔۔۔اور وہ "سات" کے "سات" ہی عمل کے ایسے پیکر تھے جن کے بارے میں سوچ کر اور لکھ کر آج بھی ولایت کے احساس سے قلم بھی روحانیت سے سرشار ہوجاتا ہے۔

آئیں مختصر جائزہ لیتے ہیں کہ ان ''سات''ہستیوں سے اپنے آخری تعلیمی مرحلہ میں بدخشانی صاحبؒ نے کیا علمی فیض پایا؟۔

1) محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ "بخاری شریف" مکمل پڑھی؛اس ک ساتھ ترمذی شریف کا ایک مختصر حصہ بھی پڑھا۔حضرت محدث العصرؒ کے اجمالی حالات بھی لکھوں تو سینکڑوں صفحات بھی کم پڑ جائیں۔۔۔اپنے وقت اور زمانے کے اس عظیم محدث کی وفات 17/اکتوبر 1977ء کو ہوئی۔۔۔اوراپنے لگائے باغیچہ کی ایک جانب اپنے چار پیاروں کے ہمراہ آرام فرماہیں۔۔۔

2) مفتی اعظم پاکستان،ولی کامل حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ سے " ترمذی شریف" مکمل اور "ہدایہ ثالث" پڑھیں۔یہاں میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جس طرح اوپر لکھا ہے کہ علوم وفنون کی کئی کتابیں آپ نے ایک سے زائد بار پڑھیں جبکہ بعض کتب تین اور چار بار بھی مکمل پڑھیں۔ان میں فقہ حنفی کی اہم ترین کتاب "ہدایہ" بھی شامل ہے۔ اسی طرح ہدایہ کی تیسری جلد جو آپ نے اس سے قبل دو بار مکمل پڑھی تھی۔۔۔درس نظامی سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ "ہدایہ" کی چاروں جلدوں میں "ہدایہ ثالث" کس قدر مشکل ہے۔بدخشانی صاحبؒ نے فقہ کی اس مایہ ناز اور مشکل کتاب کو ان بڑی ہستیوں سے پڑھ کر کتنی بڑی مہارت حاصل کی ہوگی؟؛سبحان اللہ!۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے بارے بس ایک جملہ لکھوں گا جو حضرت بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ "میرے جامعہ میں ایک ہی اللہ کا ولی ولایت کے بڑے درجہ پر فائز ہے جس کو خود بھی اپنی ولایت نہیں پتہ".......

حضرت مفتی صاحبؒ آخری چند برس فالج کی وجہ سے صاحب فراش رہے،1995ء کے سال رمضان کے

مبارک ماہ میں شب جمعہ کو آپ کی وفات ہوئی اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں تدفین عمل میں لائی گئی۔اور آج ان کے مایہ ناز شاگرد حضرت بدخشانیؒ بھی ان کے بالکل قریب ہی سپردخاک ہوئے ہیں۔

3)عظیم محقق و منتظم حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ سے "مسلم شریف" اور "سنن ابن ماجہ" پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔مولانا میرٹھیؒ بھی حضرت کاشمیریؒ کے مایہ ناز تلامذہ میں سے تھے۔وہ جہاں علم و عمل کے پہاڑ تھے وہیں انتہاء درجہ کے منتظم بھی تھے۔اخلاص وتقویٰ کی بلندی پر فائز حضرت میرٹھیؒ سے اللہ نے کئی جہتوں میں کام لیا۔ان میں سے ایک یہ کہ حضرتؒ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سب سے پہلے "ناظم" تھے۔بعد میں آپ "ناظم اعلیٰ" اور پھر تقریباً آٹھ برس "صدر" کے منصب پر فائز رہے۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا مثالی انتظامی و امتحانی ڈھانچہ جو آج تک معمولی تبدیلیوں کے ساتھ رائج ہے وہ حضرت میرٹھیؒ کی محنتوں وکاوشوں کا ہی ثمرہ ہے۔ یہ بھی آپ کا انفرادی امتیاز ہے کہ آپ وفاق المدارس کی تاریخ کی واحد شخصیت ہیں جو تین عہدوں (ناظم، ناظم اعلیٰ،صدر) جیسے بڑے مناصب پر فائز رہے۔1988ء میں آپ کی وفات ہوئی اور جامعہ دارالعلوم کراچی کے قدیم قبرستان میں مشائخ وقت کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

4)نمونہ اسلاف حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ سے شرح معانی الآثار یعنی "طحاوی شریف" اور "تفسیر بیضاوی" پڑھی۔حضرت شاہ صاحبؒ ایسی پاکیزہ ہستی تھے کہ جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ساری زندگی درس و تدریس اور امامت وخطابت میں گزاری اور دنیا کیا ہے اس سے بالکل لاعلم سے رہے۔علم وفضل کا یہ سورج 1996ء میں غروب ہوا اور ضلع مانسہرہ میں آبائی علاقہ "چنارکوٹ" میں اپنی ذاتی زمین جو قبرستان کیلئے خود آپ نے وقف کی تھی اس میں مدفون ہیں۔

5)عارف باللہ حضرت مولانا بدیع الزمان نوراللہ مرقدہ سے بدخشانی صاحبؒ نے "سنن نسائی"۔ "موطاامام محمد"..."مشکوۃ شریف" جلد ثانی اور"شرح نخبۃ الفکر" پڑھیں۔مولانا بدیع الزماںؒ ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔پاکستان بننے کے بعد دیوبند ثانی جس ادارہ کو کہا گیا یعنی "دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار" اس کے اوّلین فاضل تھے۔آپ کے اساتذہ میں حضرت بنوری، حضرت کامل پوری، حضرت بدر عالم میرٹھی، علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہم اللہ جیسی ہستیاں شامل تھیں۔اور آپ کے تلامذہ میں جہاں بدخشانی صاحبؒ شامل تھے وہیں شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ اور ان کے برادر کبیر مفتی اعظم حضرت مفتی رفیع عثمانیؒ بھی شامل ہیں۔اخیر عمر میں کئی برس تک شدید امراض سے متاثر رہنے کے باوجود ایک صابر وشاکر ہستی تھے۔سن 2000ء میں آپ کی وفات ہوئی اور آج جامعہ دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

6) عظیم روحانی وعلمی شخصیت پیر طریقت حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمہ اللہ سے آپ نے "سنن ابی داؤد"...... "مشکوۃ شریف اول"...... اور" ہدایہ رابع" پڑھیں۔۔۔۔ حضرت سواتی صاحبؒ بڑے اللہ والے تھے، علم وفضل میں جہاں ممتاز تھے وہیں لاکھوں افراد کیلئے اللہ ان کو مصلح بنایا۔۔۔ حضرت بنوریؒ کی اجازت سے اپنے آبائی علاقہ سوات میں زندگی آخری چند برس گزارے، مظہر العلوم کے نام سے جہاں بڑا دینی مرکز قائم کیا وہیں اصلاح وسلوک کیلئے آپ کی خانقاہ بھی آباد رہی۔ 11 /نومبر 1996ء کو ان کی رحلت ہوئی اور سوات میں مدفون ہیں۔

8) حضرت مولانا حامد میر ٹھیؒ سے بدخشانی صاحبؒ نے دیوان حماسہ پڑھی۔۔۔ حضرتؒ کے حوالہ سے "راقم" کو زیادہ احوال دستیاب نہ ہو سکے۔

حضرت بدخشانیؒ نے 1970ء میں اپنے دورہ حدیث میں پورے پاکستان میں"اول پوزیشن" بھی حاصل کی۔اس وقت وفاق المدارس العربیہ میں صرف دورہ حدیث کا امتحان ہوتا تھا۔ پوزیشن حاصل کرنے پر آپ کو جامعہ کی طرف سے "فتح القدیر" انعام میں دی گئی۔آپ کے مالی حالات اچھے نہیں تھے۔ان دونوں سالوں میں آپ کے پاس صرف دو جوڑے کپڑے تھے۔۔۔ جو زیادہ استعمال کی وجہ سے بوسیدہ ہو چکے تھے۔آپ نے انعام میں ملنے والی وہ کتاب فروخت کر کے اپنے لئے ایک جوڑا کپڑے کا خریدا۔۔۔۔ حضرت بدخشانیؒ اکثر اس بات کو یاد کر کے افسردہ ہو جاتے تھے۔کہ انعام میں ملی ہوئی اس کتاب کو اپنے پاس یادگار کے طور پر محفوظ نہ رکھ سکا۔ یہ بھی بتایا کہ اگر چہ میں نے وہ کتاب انعام ملنے سے قبل مکمل پڑھ لی تھی۔۔۔

آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں ایک معروف روحانی شخصیت حضرت مولانا شمس الرحمن عباسی حفظہ اللہ ہیں۔آپ بھی اپنے اساتذہ خصوصاً حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ایسے عاشق ہیں کہ شاید ہی کوئی بیان اور وعظ ہو جو اپنے مربی کے ذکر کے بغیر مکمل ہوتا ہو۔حضرت عباسی صاحب کا وجود یقیناً ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کیلئے بڑا قیمتی اثاثہ اور سرمایہ ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت عباسی صاحب حفظہ اللہ کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے۔آمین!۔

دورہ تفسیر:

ضروری ہے کہ یہاں (1969ء اور 1970ء) کے برسوں میں تعطیلات کے دوران دورہ تفسیر کا ذکر بھی کر دیا جائے۔

سابعہ اور دورہ حدیث کے درمیان شعبان رمضان میں آپ نے عظیم مفسر شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سے دورہ تفسیر مکمل پڑھا۔

حضرت بدخشانیؒ نے تفسیر قرآن جن مشائخ سے پڑھی ان کا الگ سے نمایاں تذکرہ کیا ہے۔ان کے تفسیر قرآن کے اساتذہ میں سرفہرست حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ ہیں۔

شیخ القرآن رحمہ اللہ بھی محدث کبیر حضرت علامہ شاہ انور کاشمیری رحمہ اللہ کے مایہ ناز تلامذہ میں سے تھے۔شرک و بدعت کے خلاف جہاں ان کی خدمات مسلم ہیں وہیں راولپنڈی میں معروف دینی وعلمی درسگاہ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار کے بانی تھے۔

حضرت بدخشانیؒ اپنے محسن اساتذہ کرام کے بارے میں تذکرہ فرماتے تھے۔۔۔ایک دینی رسالہ میں انہوں نے اپنے تمام اساتذہ میں سب سے زیادہ قلبی مناسبت اور قدرے زیادہ انسیت تین شخصیات کے بارے میں بتائی ہے۔ان تین میں اپنے چچا مولانا محمد شریفؒ، اپنے مربی وشیخ حضرت علامہ بنوریؒ اور اپنے استاد وسرپرست حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ان تینوں حضرات نے بھی اپنے اس لائق وفائق تلمیذ کی خوب خوب قدردانی فرمائی۔

اجازت حدیث:

تعلیمی مراحل میں ضروری ہے کہ آپ کو جن مشائخ وقت سے حدیث کی اجازت حاصل تھی ان کا بھی ذکر کردیا جائے۔اپنے اساتذہ حدیث کے علاوہ آپ نے چار شخصیات سے حدیث کی اجازت کا بطور خاص لکھا ہے:

1) قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور)

2) حکیم العصر حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)

3) شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ جو شام کے بڑے حنفی عالم تھے۔حضرت بدخشانیؒ کا ان سے بڑا تعلق تھا۔آپ نے لکھا ہے کہ شیخ ابوغدہؒ آپ کے گھر کراچی میں دوبار تشریف بھی لائے تھے۔

4) محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (مشرف تخصص فی الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

عملی وتدریسی زندگی کا آغاز:

اپنے طویل تعلیمی مراحل سے فراغت کے بعد آپ نے معروف دینی درسگاہ جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی سے باقاعدہ آغاز کیا۔اور دوسال 1971 / 72ء میں آپ نے اس مرکز علم وصفاء میں پڑھا کر اپنی

تدریسی وعملی زندگی کا آغاز کیا۔عموماً یہی ہوتا ہے کہ جب کوئی عالم فاضل درس نظامی سے فارغ ہوتا ہے تو مدارس میں ان کو پڑھانے کیلئے ابتدائی درسی کتب دی جاتی ہیں۔ پھر جوں جوں تجربہ میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح بتدریج وسطانی اورفوقانی درجات کی کتب پڑھانے کیلئے دی جاتی ہیں۔ بڑے جامعات میں تو اس کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا ہے، جبکہ وسطانی مدارس میں بھی یہی روایت چلی آرہی ہے۔ ہمارے محبوب حضرت بدخشانیؒ کو فراغت کے فوری بعد ہی درس نظامی کی بڑے درجات کی مایہ ناز کتب تدریس کیلئے دی گئیں۔ رئیس المحدثین حضرت شیخ سلیم اللہ خان رحمہ اللہ جیسے بلند پایہ مدرس اور منتظم شخصیت کے زیر سایہ آپ کی تدریسی زندگی کا آغاز ہوا۔ ہیرے کی گرانی اور قیمت کو ماہر جوہری ہی پہچان سکتا تھا۔ یہ یقیناً حضرت شیخ کی دوراندیش ومردم شناسی اوراعلیٰ درجہ کی قدردانی بھی تھی کہ انہوں نے حضرت بدخشانیؒ کی علوم وفنون کی قابلیت کو پرکھا اوران کی وسیع علمی فراست کو بھی بھانپا۔۔۔۔

حضرت بدخشانیؒ نے جامعہ فاروقیہ میں اپنی دوسالہ تدریس میں دورہ حدیث میں صحاح ستہ کی دو کتب ''سنن نسائی'' اور ''ابن ماجہ'' پڑھائیں، جبکہ دیگر علوم وفنون میں ''ہدایہ ثالث''، ''توضیح تلویح''، ''دیوان حماسہ''، ''قطبی'' اور ''کنز الدقائق''، جیسی معرکۃ الآرا کتابیں پڑھانے کی سعادت مقدر ہوئی۔

ان دوسالوں میں جہاں آپ نے عملاً تدریس کا سلسلہ جاری رکھا وہیں اضافی اوقات میں مطالعہ کے ذریعہ دنیائے علم میں سرگرداں رہے۔آپ سے ان دوسالوں میں جن ہستیوں نے کسبِ فیض کیا اللہ نے ان سے بھی اپنے دین کا خوب کام لیا۔ان معروف تلامذہ میں حضرت رئیس المحدثین شیخ سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کے جانشین،عظیم دینی و علمی شخصیت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان شہیدؒ، آپ کے دوسرے بھائی حضرت مولانا عبیداللہ خالد مدظلہ (مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی و نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان) اورمعروف علمی و روحانی شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف افشانی مدظلہ،معروف محقق عالم مولانا فیض الرحمن عثمانیؒ سمیت کئی نمایاں شخصیات شامل ہیں۔

مادرعلمی آمد:

حضرت بدخشانی صاحبؒ کا جامعہ فاروقیہ میں دوسالہ تدریس کے دوران اپنے اساتذہ خصوصاً حضرت بنوری اور حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہم اللہ سے مسلسل رابطہ اورتعلق تھا۔اوراپنی مکمل کارگزاری سے اپنے اساتذہ کو آگاہ بھی کرتے رہتے تھے۔اس بناء پر حضرت بنوریؒ نے ان کو 1973ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن میں تدریس کیلئے بلالیا۔ بس پھر کیا تھا۔اپنی بقیہ زندگی کے تقریباً باون ترپن برس اپنے مادرعلمی میں گزاردیئے۔

اپنے اساتذہ کے زیر سایہ آپ نے اپنی زندگی کے ان قیمتی سالوں کو تدریس وتحقیق،تصنیف وتالیف کی دنیا کیلئے وقف کردیا۔ برسوں کے روز وشب میں مستقل معمول رہا کہ آپ جہاں چند گھنٹے تدریس فرماتے وہیں جامعہ

کے کتب خانوں میں کئی کئی گھنٹے گم رہتے۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے اس تدریسی سفر میں درس نظامی کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جو آپ کے زیر درس نہ رہی ہو۔۔۔ابتدائی کتب وفنون سے لیکر دورہ حدیث کے اسباق تک اکثر آپ نے پڑھائے۔

"راقم" کی سعادت رہی کہ آپ بنیادی اور اولین اساتذہ میں سے تھے۔۔۔۔درجہ اعدادیہ میں فارسی گرامر کی کتب آپ جیسی گرانقدر علمی ہستی سے پڑھیں۔آپ جیسی قدآور علمی ہستی سے پڑھنا یقیناً بڑی سعادت تھی۔

یہاں ایک بات عرض کرتا چلوں کہ حضرت بنوری رح کا اپنے ادارہ میں تدریس کے حوالہ سے ایک خاص مزاج یہ رہا کہ بڑے اساتذہ کو جہاں وسطانی اور فوقانی درجات میں کتب دی جاتی تھیں وہیں ان کو ایک سبق ابتدائی درجات میں بھی دیا جاتا تھا۔جامعہ کا وہ مزاج اب بھی کسی حد تک چل رہا ہے۔اس میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کی بڑی دور اندیش سوچ تھی۔تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کے حوالہ سے جائزہ لیں تو کئی حکمتیں اس میں ملیں گی۔ہمارے والد امام اہل سنت حضرت مفتی احمد الرحمن رحمہ اللہ جب مہتمم تھے تو اس وقت ان کے زیر درس جہاں دورہ حدیث میں مسلم شریف تھی وہیں اولیٰ میں نحومیر بھی تھی۔اسی طرح وسطانی درجہ میں اصول فقہ کی معروف کتاب حسامی بھی آپ پڑھاتے۔

حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ تو حضرت بنوریؒ کے زمانہ سے ''استاذ الحدیث'' تھے۔آپ کے پاس عرصہ سے جہاں طحاوی شریف تھی تو اولی میں صرف میر اور ثانیہ میں قدوری بھی آپ پڑھاتے رہے۔حضرت مولانا بدیع الزمانؒ کے پاس دورہ حدیث میں ابوداؤد شریف کا سبق تھا تو اُولیٰ میں میزان الصرف اور ثانیہ میں علم الصیغہ بھی پڑھاتے رہے۔زیادہ دور کی بات نہیں حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندرؒ کی اپنی تالیف کردہ 'طریقہ عصریہ' عرصہ تک آپ خود پڑھاتے رہے،جبکہ آپ کے پاس دورہ حدیث میں مسلم شریف اور سابعہ میں مشکوٰۃ کے اسباق بھی تھے۔محقق وقت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ جامعہ کے پہلے نائب مہتمم اور بعد میں مہتمم بننے کے بعد بھی دورہ حدیث کے اسباق آپ کے پاس تھے تو وہیں اولیٰ اور ثانیہ کے اسباق بھی آپ پڑھاتے۔

ہمارے انتہائی قابل فخر استاد جامعہ کے ناظم تعلیمات اور استاذ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمن شہیدؒ کے پاس دورہ حدیث کا سبق بھی تھا تو ابتدائی درجات میں بھی ان کو سبق ہوتا تھا۔ہم نے خود حضرتؒ سے اعدادیہ میں دو اسباق ''تعلیم الاسلام'' اور 'ریاضی' دو الگ الگ گھنٹوں میں پڑھیں۔

اب بھی جامعہ کے کبار اساتذہ میں سے اور جامعہ کے ناظم تعلیمات استاذ الحدیث حضرت مولانا امداد اللہ یوسف زئی مدظلہ جہاں ترمذی شریف پڑھا رہے ہیں وہیں ثالثہ میں کنز الدقائق بھی آپ کے زیر درس ہے۔

بہرحال! حضرت بنوریؒ کی اس فکری گہرائی کو کوئی سمجھے تو اندازہ ہوگا کہ اس حکیمانہ فراست کے کئی اخلاقی و تربیتی پہلو سامنے آئیں گے۔اورکم عمری میں طلباء کو بڑی نسبت کے حصول کا ملنا کسی اعزاز سے کم نہیں، اگر چہ بعض حضرات کو اس نوعیت کی تدریس میں مراتب کی کمی کا احساس ہوتا ہے لیکن اس فکر وسوچ کی گہرائی میں جب جائیں گے تو تعلیم کے ساتھ ساتھ کئی نمایاں اور مفید پہلو بھی آشکارا ہونگے۔۔۔

توحضرت بدخشانیؒ کی جامعہ میں پانچ دہائیوں سے زائد تدریسی زندگی میں ہم جیسے ہزاروں نو وارد تلامذہ کو شرف تلمذ حاصل ہوا تو ہزاروں طلاب کو حدیث شریف کے بڑے بڑے اسباق پڑھنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔آپ کے ان تلامذہ میں دنیا کے کئی ممالک کے علماء وفضلاء شامل ہیں۔۔۔اگران کے صرف نام ہی لکھے جائیں تو صفحات کے صفحات بھر جائیں۔

پاکستان میں جامعہ بنوری ٹاؤن میں ستر کی دہائی سے لیکر 2000ء تک بیک وقت دنیا کے بیسیوں ممالک کے طلبہ اپنی علمی سیرابی کیلئے آتے تھے۔بعض سال تو ایسے تھے کہ بیک وقت پچاس سے زائد ممالک کے طلبہ یہاں زیر تعلیم رہے۔جامعہ کا ایک مستقل شعبہ ''غیر ملکی طلبہ'' بھی قائم تھا۔وہ شعبہ اب بھی قائم ہے لیکن اب ویزوں کے مسائل اور حکومتی سختیوں کی وجہ سے اس شعبہ میں کمی آ گئی ہے۔دنیا کے ساتوں براعظم کے درجنوں ممالک کے ہزاروں فضلاء کو حضرت بدخشانی رح سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔آج ان میں سے کئی اپنے اپنے ممالک میں بڑے بڑے تعلیمی وتربیتی ادارے اور مراکز چلا رہے ہیں۔غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے کئی فلاحی وسماجی اداروں کے روح رواں بھی اس میں شامل ہیں۔وہ افریقی ممالک ہوں یا یورپ؛ دنیا کے ہر خطہ میں آپ کو جامعہ بنوری ٹاؤن کا فیض ثریا کی مانند ممتاز ونمایاں نظر آئے گا۔اس میں کئی عالمی سطح کی نمایاں دینی وعلمی شخصیات بھی شامل ہیں۔اور یہ شخصیات دین کے مختلف شعبوں میں کام قابل رشک کارنامے انجام دے رہے ہین۔وہ دعوت وتبلیغ کا میدان ہو یا اعلاءِ کلمة کا علم بلند کرنے والے ہوں۔درس وتدریس کا شعبہ میں یا تحقیق وتصنیف کے میدان میں کام کرنے والے ہوں۔قدآور دینی ومذہبی جماعتوں کے قائدین ہوں یا غیر مسلم ممالک میں دینی امور میں کلیدی کردار ادا کرنے والے ہوں۔فکری وشرعی رہنمائی کرنے والے نمایاں اشخاص ہوں یا بڑے بڑے دینی مراکز کے بانی اور شیوخ حدیث کی صورت میں ہوں۔تقریباً ہر شعبہ کی بڑی بڑی شخصیات حضرت بدخشانی رح کے تلامذہ میں سے آپ کو ملیں گی۔بہرحال عالم بھر میں دین کے تقریباً تمام شعبوں میں جاری اس فیضان میں علوم وفنون کی دنیا کی ایک جامع ہستی بدخشانی صاحبؒ کے صدقہ جاریہ کی صورت میں آج ہمارے سامنے ہے۔۔۔یقینا کس قدر اور کن قابل رشک سعادتوں سے رب تعالیٰ نے حضرت بدخشانیؒ کو نوازا تھا۔

شخصیت

مولانا قاضی عبدالرشید کا آخری معرکہ

مولانا عبدالقدوس محمدی

مولانا قاضی عبدالرشید صاحب بھی چل دیئے۔وہ بلا مبالغہ ایک فرد نہ تھے بلکہ ایک تحریک تھے۔تحریکوں کے روح ورواں۔کوئی بھی موقع ہوتا؛کوئی بھی معاملہ ہوتا تونظر ان کی طرف اٹھتی تھی۔دھیان ان کی طرف جاتا تھا اور پھر وہ فکرمند ہوتے،متحرک ہوتے،مشاورت ہوتی،فیصلہ ہوتا اور چل سو چل۔یہ جو اسلام آباد راولپنڈی کے علماء کی اجتماعیت،اتحاد و یک جہتی اور تحرّک ہے اس کی بنیاد حضرت قاضی صاحب تھے۔بڑی بڑی تحریکوں کی ابتداء حضرت قاضی صاحب نے کی اور انہیں اپنے منطقی انجام تک پہنچایا۔ان کے بارے میں لکھنے اور کہنے کے لیے بہت کچھ ہے۔ان کی شخصیت لاجواب تھی۔دُور نہ جایئے،کوئی اور قصہ اس وقت چھیڑنا شاید ممکن نہیں ابھی حال ہی میں ختم نبوت اور سپریم کورٹ کا معاملہ ہی دیکھ لیجیے،ختم نبوت کے اس معرکے میں ایسے والہانہ،عاشقانہ اور مجاہدانہ انداز سے شریک رہے کہ رشک آتا تھا۔وہ صرف خود نہیں کام کرتے تھے بلکہ انہیں کام لینے کا ہنر آتا تھا۔وہ جب اور جدھر چلتے تھے تنہا نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے ساتھ قافلے ہوتے تھے۔ایک ایک کو خود فون کرتے تھے،نوجوان دیر سے آتے وہ پہلے پہنچے ہوتے۔چھوٹے کم ہمتی کرتے اور ان کا عزم وحوصلہ دیکھنے والا ہوتا۔

ہر دن اجلاس،مشاورت،لابنگ،تشکیلیں،دعوتی مہم،قرب وجوار کی تحصیلوں اور علاقوں کے طوفانی دورے،روز ہی ملاقات ہوتی۔روز ہی ان سے کچھ نیا سیکھتے تھے۔روز ہی انہیں دیکھ کر تازہ دَم ہوجاتے تھے۔ہر بار ان کے احسانات کا بار اٹھائے لوٹتے تھے۔۱۹ اگست کے مظاہرے کے لیے محنت ہی نہیں کی کمال کیا،الحمدللہ اپنی نوعیت کا تاریخ ساز،شاندار اور یادگار مظاہرہ ہوا۔مسلسل چلاتی دھوپ میں کھڑے رہے۔ایک بیدار مغز سپہ سالار کی طرح قیادت بھی فرمائی۔ہر پہلو پر نظر بھی رکھی۔مخالفین کو للکارتے بھی رہے اور اپنوں کو ہدایات بھی دیتے رہے۔

اے پی سی میں شرکت کی۔مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب کا تین دن اسلام آباد میں قیام رہا ان کے بھی شانہ بشانہ۔چھوٹوں پر بھی نظر۔اے پی سی میں گفتگو سے فارغ ہوئے تو بنی گالہ کے علماء نے 19 اگست کے مظاہرے کے حوالے سے اجلاس رکھا تھا اس کے لیے میرے کہنے پر وقت دیا تھا،ساتھ لیا اور بنی گالہ گئے راستے میں کئی امور پر مشاورت ہوتی رہی۔علماء کرام سے بھی تفصیلی گفتگو فرمائی۔مولانا مفتی مجیب الرحمٰن صاحب کے ہاں سپریم کورٹ کی فتح مبین کے حوالے سے اجلاس اور ظہرانہ تھا اس میں تشریف لائے۔حسن اتفاق سے میں دروازے پر ہی کھڑا

تھا۔ چہرے سے نقاہت اور تھکن عیاں تھی۔ میرا ہاتھ تھامے اندر تشریف لائے۔ علالت کے باعث بالائی منزل پر تشریف نہ لے جا سکے۔ فرمانے لگے تین دن سے طبیعت ناساز ہے دل میں درد ہو رہا ہے لیکن اس لیے آیا کہ ساتھی کہیں گے کہ ہمیں دعوت دے کر خود نہیں آئے۔ پھر پورے پروگرام میں بیٹھے رہے۔ آخر میں بیان فرمایا اور کیا ہی خوب بیان فرمایا۔ وہی روایتی تسلسل، وہی روانی، وہی جولانی، وہی الفاظ کے پروئے ہوئے موتی، مفتی مجیب الرحمٰن صاحب نے کمرشل مارکیٹ کے پاس ایک ریسٹورنٹ میں ظہرانے کا انتظام کر رکھا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ ان کی شخصیت باغ و بہار تھی۔ جہاں ہوتے اس محفل کو گل و گلزار کیے رکھتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر دروازے سے نکلنے لگے تو رُک کر مجھے مخاطب فرما کر بہت سی باتیں کیں اور اسلام آباد سمیت دیگر علاقوں کے ساتھیوں کو دعوت کرنے کے بہانے مل بیٹھنے کا فرماتے رہے۔

چونکہ ہم لوگ حال ہی میں برادرم مولانا عبدالروف محمدی کے بائی پاس کے مرحلے سے گزرے ہیں اس لیے دل کے عارضے کے حوالے سے فکرمندی اور حساسیت فطری ہے، اس لیے حضرت سے بھی تفصیلاً اس موضوع پر بات ہوئی اور ڈاکٹر عدیل صاحب سمیت دیگر ڈاکٹرز اور ہسپتالوں کے بارے میں حضرت سے بھی بات ہوئی اور بھائی جنید سے بھی کہا کہ آپ نے زبردستی علاج کا معاملہ دیکھنا اور آرام کروانے کی کوشش کرنی ہے۔ لیکن وہ کہاں آرام کرنے والے تھے اس سال حج پر روانہ ہونے لگے تو مسلسل دھڑکا سا لگا رہا لیکن اللہ کریم نے کرم فرمایا اور ہمت دی۔ بس انسان سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔ اپنی تدبیر ہی کر سکتا ہے رب ذوالجلال کی تقدیر غالب آ کر اور اس کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے۔ دل کے ہسپتال میں اپائنٹمنٹ تھی بلکہ اس سے عجیب بات رات عشاء کے وقت کچھ ساتھی آئے اور اپنے ایک عزیز کا آج عصر کے بعد جنازہ پڑھانے کی درخواست کی لیکن کسے معلوم تھا کہ اسی وقت حضرت کی اپنی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ حضرت قاضی صاحب کی زندگی پر بھی رشک آتا تھا اور اب ان کی موت پر بھی رشک آ رہا ہے کہ زندگی کے آخری ایام کے صبح شام اور دن رات ختم نبوت کے عظیم مشن پر لگانے کے فوری بعد اپنا انعام لینے روانہ ہو گئے۔ سپریم کورٹ میں بھی سرخرو ٹھہرے اور جہاں گئے وہاں بھی ان شاءاللہ سرخرو ٹھہریں گے۔

یہاں حضرت قاضی صاحب جب خوب محنت کرتے تھے، خوب بھاگ دوڑ اور جہد مسلسل کے بعد حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب اور دیگر علماء سے ملتے تھے تو ان کی خدمات اور جہد مسلسل پر بڑوں سے ان کو شاباش ملتی تھی، اکابر ان کا ماتھا چومتے تھے، ان کی تحسین فرماتے تھے، معاصر اور جونیئر مفتی مجیب الرحمٰن صاحب کی طرح ان کے اعزاز میں استقبالیے، ظہرانے اور عشائیے دیا کرتے تھے ذرا تصور کیجیے کہ اب جب قاضی صاحب اپنے رب کے دربار میں پہنچے ہوں گے۔ (باقی صفحہ نمبر: ۲۸)

روداد تعلیمی وتربیتی تدریبات ضلع دیر بالا اور چترال لوئر واَپر

مرتب: مفتی سراج الحسن

صوبہ خیبر پختونخوا میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام تدریب المعلمین والمعلمات کے عنوان سے مختلف اضلاع میں وقتاً فوقتاً کامیاب، شاندار اور منظم تدریبات منعقد ہوتی رہتی ہیں، ان تمام تدریبات کے روحِ رواں ناظم وفاق المدارس العربیہ صوبہ خیبر پختونخوا حضرت مولانا حسین احمد صاحب زید مجدہم السامی ہیں جو اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ان تدریبات میں نہ صرف بحیثیت مہمان خصوصی شرکت فرماتے ہیں، بلکہ تمام امور کی نگرانی بھی فرماتے ہیں، تاکہ تدریبات سے مطلوبہ مقاصد بخوبی حاصل ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی ان تمام تر مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے، آمین!۔

چنانچہ اسی سلسلے میں جامعہ دارالعلوم محمودیہ ڈوگرام واڑی میں ضلع دیر بالا کے مسئول مولانا محمد فیاض صاحب کی صدارت میں ایک اہم تربیتی تدریب منعقد ہوئی، جس میں ضلع دیر پائین کے مسئول مولانا شمس الامین صاحب، ضلع دیر بالا و پائین کے مسئول شعبہ حفظ مولانا راحت اللہ مدنی نے بھی شرکت کی، جبکہ اس کے بعد مسلسل چار روز ضلع چترال (اپر، لوئر) میں تدریب المعلمین والمعلمات کی تقریبات منعقد ہوئیں۔ اس موقع پر ضلع پشاور کے معاون مسئولین بنات حضرت مولانا مفتی احمد عثمانی اور حضرت مولانا فیض محمد چترالی بھی حضرت کے ساتھ شریکِ سفر تھے۔ تینوں اضلاع کی تدریبات کی کارروائی رپورٹ افادہ عام کے لیے پیشِ خدمت ہے۔

ضلع دیر بالا کی تدریب چونکہ صرف مہتممین، ناظمین اور ذمہ دار اساتذہ کے لیے تھی اس لیے تدریب میں مہتممین کے فرائض واختیارات کو خصوصی طور پر موضوعِ بحث بنایا گیا اور مہتمم وذمہ دار کے فرائض اور دائرہ کار پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ مہتمم کی ترجیحی ذمہ داری تعلیم وتربیت اور مالی انتظامات کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے مستقل اور طویل المدتی بنیادوں پر منصوبہ بندی کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا گیا۔

آپ نے فرمایا کہ مدرسہ کے تمام امور کی نگرانی اور طلبہ وطالبات کی تعلیم وتربیت کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہنا مہتمم کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ ہر ادارہ میں ضرورت کے اعتبار سے ذمہ داریاں طے کی جاتی ہیں۔ ادارہ کی تعمیر وترقی کے پیشِ نظر ذمہ داریاں تقسیم کی جاتی ہیں جن میں کچھ ذمہ داریاں مہتمم کے ذمے آتی ہیں اور کچھ کے متعلق اساتذہ جوابدہ ہوتے ہیں۔ اگر سب اپنی اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دے رہے ہوں تو وہ ادارہ ترقی

کی راہ پر گامزن ہوگا،لہٰذا ضروری ہے کہ تمام اساتذہ اور مہتمم کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور مضبوط ربط ہو۔

مہتممین حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ امورِ مالیات میں نہایت احتیاط کو پیش نظر رکھیں اور مدرسے کا مالیاتی نظام وانصرام بالکل صاف اور شفاف ہو۔اس طرح کہ ایک ہی نظر سے آمد وخرچ کا اندازہ لگایا جا ہوسکتا ہو۔مالیاتی امور میں امانت ودیانت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ فرمایا کرتے ہیں کہ مدارس میں دو چیزیں امانت ہوا کرتی ہیں: مال اور طلبہ۔ ہمارے اوپر دونوں کی حفاظت لازم ہے، کیونکہ مدرسہ پوری قوم کی امانت ہے اس کا تعلق کسی خاص فرد یا خاندان سے نہیں، بلکہ یہ پوری ملت اسلامیہ کا سرمایہ ہے،لہٰذا حسابات میں احتیاط کے پہلو کو مدنظر رکھنا سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

مدارس کے اساتذہ علماء ہوتے ہیں۔مہتمم کے دل میں ان کی قدر اور عظمت ہونی چاہیے ان کے ساتھ شفقت اور احترام کا رویہ رکھے۔ذمہ داریوں میں کوتاہی کی صورت میں بے شک تنبیہ ہو، تاہم رویوں میں احتیاط کریں،تاکہ نفرت کے جذبات نہ بنیں۔استاد کی بے وقعتی کرنا نہ بذات خود مہتمم کے حق میں بہتر ہے اور نہ ادارہ کے حق میں۔اور اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ پیش نظر ہونا چاہیے کہ دس سال تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر وقت خدمت کرنے والے کو بھی کبھی آپ نے نہیں ڈانٹا۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس برس خدمت کی ،اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا، نہ کسی کام کے لیے یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا یا یہ کیوں نہ کیا؟ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ پر خود بھی عمل پیرا ہوں۔

اپنے اپنے اداروں میں تعلیمی وتربیتی معیار میں مزید بہتری اور استحکام کے لیے اپنے ماحول اور حالات کے مطابق مستقل آئین اور نظام وضع کریں۔طلبہ کا جملہ ریکارڈ محفوظ بنانے کا نظم بنائیں۔طلبہ کے داخلوں اور اخراج کے لیے باقاعدہ ایک نظم ہو۔یہ نہ ہو کہ ہر کسی کو ہر وقت داخلہ دیا جائے یا خدانخواستہ طالب علم کے اخراج کے سلسلے میں ہم بے اعتدالی کے شکار ہو جائیں۔ ہمارے تمام تر فیصلے دیانت اور ٹھوس شواہد کی بنیاد پر ہوں۔اصولی اور ضروری ہدایات اور قوانین مرتب ہوں جن پر عمل درآمد کی پابندی کی جائے۔متانت اور سنجیدگی سے مسائل کا تجزیہ کیا جائے اور پھر ان کے ازالے کے لیے مشترکہ کوشش کرنی چاہیے۔

اساتذہ کی ذمہ داریوں کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ استاذ کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ وہ صرف معلم نہیں بلکہ مربی بھی ہے۔جب وہ اپنے آپ کو طلبہ کی تربیت کا ذمہ دار سمجھے گا تب اسے اپنے کام کی نزاکت کا احساس ہوگا۔طلبہ ہمارے پاس بہت بڑی امانت ہے ہر استاذ اس میں دیانت کا فریضہ ادا کرنے کا پابند ہے۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگ اس جذبہ کے ساتھ طلبہ پر تعلیمی وتربیتی محنت کریں کہ ہم ان کے روشن

مستقبل کے معمار ہیں۔

تعلیم کے ساتھ طلبہ کی تربیت بھی سب اساتذہ کی مشترکہ ذمہ داری ہے یہ صرف مہتمم اور ناظم مدرسہ کا کام نہیں۔ہمیں چاہیے کہ طلبہ میں احساس پیدا کریں اور جس مقصد کے لیے اُنہوں نے گھر بار چھوڑا ہے، اُس میں اُن کی کامیابی کا سوچیں۔ ہماری ادنی سی غفلت ان بچوں کی زندگی کو تاریک بنا سکتی ہے۔اساتذہ کا آپس میں برادرانہ ،قدر اور احترام والا تعلق ہو ایک دوسرے کا بہت خیال اور احترام کریں، کیونکہ بے احترامی سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔اساتذہ جب آپس میں عزت واحترام کا معاملہ رکھیں گے، تو طلبہ پر اس کا بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔

مدارس رجسٹریشن کے حوالے سے آپ نے اجلاس کے شرکاء پر واضح کیا کہ رجسٹریشن کے حوالے سے اتحاد تنظیمات مدارس کا موقف اب بھی یہی ہے کہ ہم نے کبھی بھی رجسٹریشن سے انکار نہیں کیا ہے۔ چونکہ ہم اس ملک کے شہری ہیں ملکی قوانین کا احترام کرتے ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ مدارس کی رجسٹریشن ہو، تاہم غیر آئینی، ہمیں اعتماد میں لیے بغیر اور تحفظات دور کئے بغیر یکطرفہ رجسٹریشن کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ ہمارا مطالبہ صرف یہی ہے کہ حکومت صرف رجسٹریشن نہیں بلکہ دینی مدارس کو درپیش جملہ مسائل کا سنجیدگی سے حل نکالے۔معاہدہ بھی اسی پر ہو چکا ہے، لہذا جب تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے باقاعدہ اجازت نہ ہو تب تک وفاق المدارس کے ضابطہ کا خیال رکھیں کوئی بھی انفرادی طور پر محکمہ تعلیم کے ساتھ رجسٹریشن نہ کرائیں۔

اس موقع پر آپ نے نصاب کے حوالے سے جاری کشمکش اور سوشل میڈیا پر جاری سنسنی خیزی اور اس کے منفی اثرات ونتائج واضح کرتے ہوئے تمام سامعین کو اطمینان دلایا کہ اصل نصاب میں کوئی بڑی اور جوہری تبدیلی نہیں ہوئی۔طلبہ کے فائدے کے لیے چند فیصلے ہیں۔بعض لوگوں کو سوشل میڈیا پر بات کا بتنگڑ بنانے اور چائے کی پیالی میں طوفان برپا کرنے کا شوق ہوتا ہے۔

آپ نے مزید کہا کہ وفاق المدارس نے ہمیشہ مدارس کی حریت اور آزادی کی بات کی ہے۔ہم مدارس کے مسائل سے بخوبی آگاہ ہیں ان مسائل کے حل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ہم پوری استقامت اور جرأت کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں، ہم مدرسے کی آزادی، خودمختاری کا تحفظ بھی کریں گے اور خود داری کا بھی۔اپنے مدارس کی حریت فکر وعمل پر کوئی سمجھوتہ کیا ہے نہ کریں گے یہ وفاق ہمارے اکابر کی مقدس امانت ہے۔وفاق ہی کی وجہ سے آج مدارس کی قوت اور آواز ایک ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان ضلع چترال لوئر واپر کے مسئولین حضرت مولانا قاری عبدالرحمن قریشی صاحب مسئول ضلع چترال لوئر اور مسئول ضلع اپر چترال حضرت مولانا احمد اللہ صاحب نے تدریب المعلمین والمعلمات کے

عنوان سے مختلف مدارس میں پانچ مقامات پر تعلیمی وتربیتی اجتماعات کا انعقاد کیا۔

(۱) مدرسہ عائشہ للبنات سین چترال لوئر (۲) جامعہ انوار مدینہ بونی اپر چترال (۳) مدرسہ معاذ بن جبل کوشٹ اپر چترال (۴) مدرسہ تعلیم القرآن تبلیغی مرکز جنالی چترال شہر (۵) جامعہ تعلیم الاسلام دروش لوئر چترال

ان تمام تدریبات کے انعقاد میں وفاق المدارس ضلع چترال کے دونوں مسئولین کے علاوہ شاہی مسجد چترال کے خطیب حضرت مولانا خلیق الزمان کاکاخیل صاحب، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، حضرت مولانا احسان الحق صاحب، حضرت مولانا شفیق احمد صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، مدرسہ تعلیم القرآن تبلیغی مرکز کے مہتمم حضرت مولانا قاضی سہیل احمد صاحب، تعلیم الاسلام دروش کے مہتمم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا مفتی سعید الحق صاحب، مولانا مفتی محمد شاہ صاحب، مولانا انعام الحق صاحب، مدرسہ انوار مدینہ بونی کے مہتمم حضرت مولانا فداء الرحمن صاحب، مولانا ضیاء اللہ جوہری صاحب، مولانا ولی الرحمن صاحب اور تبلیغی جماعت چترال کے جملہ اکابرین کے مساعی جمیلہ بھی شامل ہیں، کہ ان حضرات کی کوششوں اور علم دوستی کی بدولت چترال کے دشوار گزار علاقوں میں کامیاب تدریبات منعقد ہوئیں۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالی ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

چترال کی ان تدریبات میں آپ نے اولاً معاشرہ میں دینی مدارس اور وفاق المدارس کے کردار واہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ معاشرہ میں دینی مدارس کا وجود اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔، دینی مدارس کی خدمات صرف برصغیر یا چند ملکوں تک نہیں ہیں، بلکہ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان مدارس نے قرآن وسنت کے علوم کا تحفظ کیا ہے، اسلامی تاریخ کا تحفظ کیا ہے، اسلامی تہذیب وتمدن کا تحفظ کیا ہے، ان مدارس سے فیض یافتہ لوگوں نے پوری دنیا میں الحمد للہ خدمات سرانجام دی ہیں اور ان شاء اللہ دیتے رہیں گے۔

آپ نے کہا کہ دینی مدارس کا بنیادی مقصد روزگار کے مواقع فراہم کرنا نہیں بلکہ قرآن وسنت کا صحیح فہم اور اس کی اشاعت ہے اور مدارس اس میں سو فیصد کامیاب ہیں کیونکہ اس مادہ پرستی کے دور میں اپنے محدود وسائل کے ساتھ مدارس جو خدمات انجام دے رہے ہیں وہ ہماری تاریخ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جس طرح سکولز، کالجز اور یونیورسٹیاں ہماری ضرورت ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر مدارسِ دینیہ اسلامی ملک اور اسلامی معاشرے کی ضرورت ہیں۔ معاشرے میں موجودہ دینی ومذہبی بیداری وآگاہی دینی مدارس کی مرہونِ منت ہے۔ مدارس کی حریت وآزادی میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے کردار سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ وفاق المدارس دینی مدارس کے تحفظ کے لیے ایک چھتری ہے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کئی اعتبارات سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی

نعمت ہے۔اس کی بدولت تمام مدارس نصاب، امتحانات اور نظم کے حوالے سے ایک ہو گئے ہیں۔

آپ نے مدارس کے انتظام وانصرام کے لیے باقاعدہ ایک نظام وضع کرنا، مالیاتی شفافیت اور طرق تدریس میں اصلاحات سمیت طلبہ وطالبات کی تربیت کے حوالے سے معلمین ومعلمات کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ تدریس اعزاز کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے اس پرفتن دور میں مدارس کے ساتھ وابستہ رہنا اللہ تعالی کا خصوصی فضل وکرم ہے۔ ہمارے ذمے تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ وطالبات کی تربیت بھی ہے تو اس فریضہ کا بھی احساس رہے۔ہمیں اس فریضہ سے بھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔تربیت کی طرف بھرپور توجہ دیں۔طلبہ کے لیے استاذ ایک نمونہ ہوتا ہے،لہذا خود ہمارا کردار بھی معلمانہ ہونا چاہیے۔طلبہ وطالبات کے ساتھ یکساں حیثیت میں عدل وانصاف اور اچھا رویہ قائم رکھنا جہاں شریعت کا حکم ہے تو دوسری طرف ادارہ کی تعمیر وترقی کے لیے بھی ضروری ہے۔طلبہ ہمارے بچوں کے مانند ہیں غلطی کی صورت میں باز پرس کرنے میں خیر خواہی کا جذبہ مدنظر ہو۔ محض اصلاح کی نیت ہو اس میں طالب علم کی عمر،نفسیات اور فطری تقاضوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔اس کی عزت نفس مجروح نہ کریں اس میں بچے کی تذلیل نہ ہو جس کی وجہ سے وہ خدانخواستہ نفرت کرنے لگے۔

مدارس کی تعلیم میں استحکام کے لیے اساتذہ مطالعہ کا خاص اہتمام کریں مطالعہ خوب، اچھا اور زیادہ کیا جائے، تاہم طلبہ کے سامنے منتخبات رکھے جائے۔اتنی تفصیل کی جائے جتنی فہم کتاب کے لیے کافی اور ضروری ہو،طولانی ابحاث سے اجتناب کیا جائے۔استاد اس حرص کے ساتھ درس گاہ جائے کہ جو کچھ مجھے سمجھ آیا ہے وہ طالب علم کو بھی سمجھ آجائے۔نہ صرف سبق پر پوری گرفت بلکہ القاء اور الفاظ کے انتخاب پر بھی گرفت ہو۔لہذا جو منتخب مطالعہ ہوتا ہے اور اچھے الفاظ او رمناسب تعبیرات کے ساتھ اس کا القاء کیا جائے۔ ہماری تدریس ہر اعتبار سے مؤثر ہو، کیونکہ مؤثر تدریس کے بغیر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

چونکہ چترال میں زیادہ تر مدارس بنات کے ہیں اور مدرسین اس میں پڑھاتے ہیں،لہذا دوران تدریس تعبیرات کے لیے مناسب الفاظ کے انتخاب کی خاص طور پر تاکید کی گئی۔اس کے لیے قرآن وحدیث سے مثالیں پیش کی گئیں جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنكُمْ من الغائِطِ أو لامَسْتُمُ مِنَ النِساءِ۔ اس آیت کریمہ میں جماع کی تعبیر ملامسہ کے ساتھ ہوئی ہے یہ ایک مہذب اور شائستہ تعبیر ہے اسی طرح آیت کریمہ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قبل أَنْ تمسوهُنَّ میں جماع کی تعبیر چھونے کے ساتھ کی گئی ہے۔اسی طرح متعدد آیات اور احادیث مبارکہ میں حسن تعبیر کا بہت اہتمام ہوا ہے اس میں ہمارے لیے تعلیم ہے کہ ہم حتی الامکان مناسب اور اچھی تعبیرات کا اہتمام کریں۔طالبات کی اخلاقی تربیت کے لیے نیک وصالح خواتین معلمات کی کڑی نگرانی ہو

تا کہ طالبات کا وقت ضائع نہ ہو۔ معلمات کے لیے ضروری ہے کہ لباس، وضع قطع میں سادگی اور وقار ہو اور اس میں شریعت کی تعلیمات کی رعایت ہو جب معلمات خود وضع قطع میں طالبات کے لیے نمونہ ہوں گی تو تب اس کے مثبت اثرات رونما ہوں گے۔

اسی طرح اس بات کی بھی تاکید کی گئی کہ بنین اور بنات کے مدارس میں جتنی بھی تقاریب ہیں چاہے وہ حفظ قرآن کے حوالے سے ہوں یا ختم مشکوٰۃ یا ختم بخاری کے حوالے سے ہوں اس میں حتی الوسع اور حتی الامکان سادگی سے کام لیں اور وہ تقاریب تکلفات سے خالی ہوں خاص طور پر ان تقاریب کے لیے طلبہ و طالبات سے دستار بندی اور چادر پوشی کے نام پر بھاری رقم وصول کرنے کی سختی سے ممانعت کی جائے، کیونکہ ان پیسوں کے دینے میں طلبہ و طالبات اور ان کے سرپرستان کا طیب نفس شامل نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "لا یحل مال امرئٍ مسلم الا بطیب نفس منه" کہ مسلمان کا مال اس کی خوشی اور رضا کے بغیر حلال نہیں۔ تو ہماری تقریبات جتنی سادہ اور تکلفات سے خالی ہوں اتنی ہی ان میں برکات زیادہ ہوں گی لہٰذا تقریبات کے لیے طلبہ و طالبات سے پیسے وصول کرنے سے اجتناب کریں۔

علاوہ ازیں اس موقع پر آپ نے مالاکنڈ ڈویژن اور چترال لوئر واپر کے مسئولین و معاونین وفاق سے خصوصی بات چیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب وفاق کے مفادات کے محافظ ہیں ہماری اولین ترجیح وفاق کے مفادات اور جملہ قواعد وضوابط کی پاسداری ہے۔ رپورٹ لکھنے اور الحاق کرنے میں وفاق کے قواعد وضوابط سب سے اہم اور مقدم ہیں اس میں ہرگز مصلحتوں سے کام نہ لیا جائے۔ تنظیمی اختلافات کی بنیاد پر الحاق اور سنٹروں کی تقرری میں ضد بازی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی پالیسی کے بالکل خلاف ہے۔ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سب جماعتوں کے ساتھ وابستگی رکھنے والے مدارس ہمارے لیے ایک جیسے ہیں۔

اہل مدارس نے صوبہ خیبر پختونخوا کے مختلف اضلاع میں جاری وقتاً فوقتاً منعقد ہونے والی تدریب المعلمین کی تقریبات کو خوب سراہا اور صوبائی ناظم سے ان کو ایسے ہی جاری رکھنے اور مزید مستحکم کرنے کی درخواست کی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کامیاب تدریبات کے انعقاد پر میزبانی کرنے والے تمام مدارس کے مہتممین، منتظمین اور مسئولین وفاق کا شکرگزار ہے کہ انہی کی مساعی اور کوششوں کی بدولت پرسکون ماحول میں تدریبات کا انعقاد ممکن ہوا۔ بالخصوص چترال لوئر کے مسئول حضرت مولانا قاری عبدالرحمن قریشی صاحب، خطیب شاہی مسجد چترال حضرت مولانا خلیق الزمان کاکاخیل صاحب جو اپنی تمام تر مصروفیات کو ترک کر کے اس پورے مہم اور اسفار میں حضرت کی رفیقِ سفر رہے۔ (رپورٹ: بشکریہ مولانا راحت اللہ مدنی، مولانا شفیق احمد چترالی، مولانا ضیاء الرحمن چترالی)